نواں
موضوع

بادشاہ اور وقائع نگاری

مغل دربار

(تقریباً سولہویں صدی سے سترہویں صدی تک)

5279CH09

فرماں روایان مغل سلطنت خود کو ایک وسیع اور مختلف العناصر عوام الناس کے جائز حکمراں کے طور پر دیکھتے تھے۔ یہ عظیم تصوّر اکثر حقیقی صورت حال کو محدود کر دیتا تھا۔ اگر چہ یہ تصویر اہم بنی رہی۔ خاندان شاہی کی تاریخ تحریر کروانے کے ذریعہ اس تصویر کی ترسیل پذیری کی جاتی تھی۔

مغل بادشاہ درباری مئورخین کو اپنے کارناموں کا تذکرہ قلمبند کروانے کے کام تفویض کرتے تھے۔ ان تذکروں میں بادشاہ کے عہد کے واقعات قلمبند کیے جاتے تھے۔ مزید برآں ان کے مصنفین نے حکمرانوں کو اپنی قلمرو میں حکمرانی کرنے میں مدد کے لیے برصغیر ہند کے دیگر علاقوں سے بڑی مقدار میں اطلاعات جمع کیں۔

شکل 9.1
تیمور بابر کو خاندان شاہی کا تاج سپرد کرتے ہوئے۔ مصوّر گوردھن کے ذریعہ بنائی گئی پینٹنگ، تقریباً 1630

انگریزی میں لکھنے والے جدید مئورخین نے اس قسم کے متون (تاریخوں) کو وقائع نگاری (Chronicles) کی اصطلاح سے معنون کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ واقعات کو تسلسل کے ساتھ تاریخ وار قلمبند کرتے تھے۔ مغلوں کی تاریخ لکھنے کی خواہش مند کسی بھی دانشور کے لیے یہ وقائع لازمی ماخذ ہیں۔ ایک سطح پر تو یہ وقائع مغل ریاست کے اداروں کے متعلق حقیقی اطلاعات کا عجائب خانہ تھے جو اُن افراد کے ذریعہ بڑی محنت و مشقت سے جمع اور درجہ بند کیے گیے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ان متون کا مدّعا ان مفہوم کو منتقل کرنا تھا جس کو مغل حکمراں اپنی قلمرو میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔ تاہم یہ وقائع ہمیں اس بات کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں کہ کیسے شاہی خیالات تخلیق اور نشر کئے جاتے تھے۔ اس باب میں ہم غنی اور مسحور کن وسعت کے طریقۂ کار پر نظر ڈالیں گے۔

1. مغل حکمراں اوران کی سلطنت

''مغل'' نام لفظ منگول سے ماخوذ ہے۔ آج یہ اصطلاح ایک سلطنت کی شان وشوکت کو ظاہر کرتی ہے۔ تاہم اس خاندان شاہی کے حکمرانوں نے خود اپنے لیے یہ نام منتخب نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو تیموری کہتے تھے۔ کیونکہ وہ پدری طور پر تُرک حکمراں تیمور کے خلف تھے۔ پہلا مغل حکمراں بابر ماں کی طرف سے چنگیز خان سے رشتہ رکھتا تھا۔ وہ تُرکی زبان بولتا تھا۔ اس نے ان کا (منگولوں کو) بطور تحقیر وحشی خانہ بدوش گروہ کے طور پر ذکر کیا ہے۔

سولھویں صدی کے دوران یوروپی لوگوں نے اس خاندان کی ہندوستانی شاخ کے حکمرانوں کا ذکر کرنے کے لیے مغل کی اصطلاح استعمال کی۔ صدیوں سے اس لفظ کا مسلسل استعمال ہوتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ روڈیارڈ کپلنگ کی کتاب ''جنگل بک'' کے نوجوان ہیرو ''موگلی'' کا نام بھی اسی سے اخذ کیا گیا ہے۔

مغلوں اور مقامی سرداروں کے درمیان سیاسی اتحاد اور فتوحات کے ذریعہ ہندوستان کی بہت سی علاقائی ریاستوں کو ملا کر مغل سلطنت کو تراشا گیا تھا۔ سلطنت کے بانی ظہیر الدین محمد بابر کو اس کے وسطی ایشیائی وطن فرغانہ سے مخالف ازبکوں نے نکال باہر کیا تھا۔ اس نے سب سے پہلے خود کی کابل میں حکومت قائم کی اور پھر 1526 میں اپنے خانوادے وقوم کے ممبران کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، علاقوں اور وسائل کی تلاش میں برصغیر ہندوستان میں مزید آگے کی طرف بڑھا۔

اس کا جانشین نصیر الدین ہمایوں (40-1530، 56-1555) نے سلطنت کی سرحدوں کی توسیع کی لیکن افغان قائد شیر شاہ سوری کے ہاتھوں اس نے یہ سلطنت گنوادی جس نے اسے جلاوطنی پر مجبور کر دیا۔ ہمایوں نے ایران کے صفوی حکمراں کے دربار میں پناہ لی۔ 1555 میں ہمایوں نے سور حکمرانوں کو شکست دی، مگر ایک سال بعد ہی اس کی موت ہوگئی۔

بہت سے لوگ جلال الدین اکبر (1605-1556) کو مغل بادشاہوں میں سب سے عظیم مانتے ہیں۔ کیونکہ اس نے نہ صرف سلطنت کی توسیع کی بلکہ اس نے اپنے زمانے کی مستحکم، وسیع ترین، طاقتور اور خوشحال سلطنت بھی بنائی۔ اکبر ہندوکُش پہاڑوں تک اپنی سلطنت کو وسیع کرنے میں کامیاب رہا۔ اس نے توران (وسطی ایشیا) کے ازبکوں اور ایران کے صفویوں کے توسیع پسند منصوبے پر روک لگائی۔ اکبر کے واضح طور پر تین قابل جانشین: جہاں گیر (27-1605)، شاہ جہاں (58-1628) اور اورنگ زیب (1707-1658) تھے جن کے کافی مختلف کردار تھے۔ ان کے تحت علاقائی توسیع جاری رہی۔ تاہم اس کی رفتار کافی کم تھی۔ تینوں حکمرانوں نے حکمرانی کے مختلف آلات بنائے اور حکومت کو مستحکم رکھا۔

شکل 9.2
ہمایوں کی بیوی نا درہ راجستھان کا ریگستان پار کرتی ہوئی، اٹھارھویں صدی کی تصویر۔

سولھویں اور سترھویں صدی کے دوران شاہی اداروں کے ڈھانچوں کی تعمیر ہوئی۔ اس میں نظم ونسق اور محصول کے مئوثر طریقے شامل تھے۔مغل قوت کا مرئی مرکز دربار تھا۔ یہاں سیاسی اتحاد اور رشتے بنائے جاتے تھے۔ رتبے اور درجہ بندی معیّن کی جاتی تھی۔ مغلوں کے ذریعے ایجاد کیا گیا سیاسی نظام ،فوجی طاقت اور برّصغیر ہند میں جن مختلف روایات سے سابقہ پڑا تھا ان کوشعوری طور پر ہم آہنگ کرنے پر منحصر تھی۔

1707ء کے بعد یعنی اورنگ زیب کی موت کے بعد اس شاہی خاندان کی طاقت زوال پذیر ہوگئی۔دہلی، آگرہ اور لاہور سے کنٹرول، ایک وسیع سلطنت کے لوازمات کی جگہ علاقائی طاقتوں نے زیادہ خودمختاری حاصل کرلی۔تاہم اشارتی طور پر ہی سہی مغل حکمراں نے اپنی قدرومنزلت کی فضا برقرار رکھی تھی۔1857 میں اس شاہی خاندان کے آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر دوم کو انگریزوں نے شکست دے دی۔

2. وقائع کی تخلیق

مغل بادشاہوں کی ہدایت پر تیار وقائع سلطنت اور اس کے دربار کے مطالعہ کے لیے ایک اہم ماخذ ہیں ۔ یہ وقائع سلطنت کے سائے میں آنے والے ان سبھی لوگوں کے سامنے سلطنت کی ایک روشن تصویر کو ترتیب سے آراستہ کرکے پیش کرنے کے منصوبے کے تحت لکھے گئے تھے۔ساتھ ہی ساتھ اس کا ایک مقصد ان لوگوں کو جنھوں نے مغل حکمرانی کی مزاحمت ومخالفت کی تھی یہ ذہن نشیں کرانا تھا کہ ساری مزاحمت ومخالفت کا مقدّر ناکام ہونا ہے۔حکمراں یہ بھی یقینی کرنا چاہتے تھے کہ آنے والی نسلوں کے لیے ان کی حکمرانی کا تذکرہ دستیاب رہے۔

مغل وقائع کے مصنفین ہمیشہ درباری افراد ہی رہے ہیں۔ انھوں نے جو تاریخیں لکھیں ان کا محور حکمراں پر مرکوز واقعات، حکمراں کا خاندان، دربار اور امرا، جنگیں اور نظم ونسق کے انتظامات تھے۔اکبر،شاہ جہاں اور عالم گیر (مغل حکمراں اورنگ زیب کا خطاب) کی تاریخوں پر تحریر ان وقائع کے عنوانات ''اکبر نامہ،شاہ جہاں نامہ، عالم گیر نامہ'' یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے مصنفین کی نظروں میں دربار کی تاریخ بادشاہ کی تاریخ کے مترادف تھی۔

2.1 ترکی سے فارسی کی طرف

مغل درباری وقائع فارسی زبان میں تحریر ہوئے تھے۔دہلی کے سلطانوں کے عہد میں شمالی ہندوستان کی زبانوں خاص طور پر ہندوی اور اس کے علاقائی تنوّع کے پہلو بہ پہلو فارسی ، دربار اور ادبی تحریروں کی زبان کی شکل میں پھلتی پھولتی رہی۔کیونکہ مغل میں چغتائی تُرک تھے

گفتگو کیجیے ...

معلوم کیجئے کہ جس ریاست میں آپ رہتے ہیں کیا وہ مغل سلطنت کا حصہ تھی؟ کیا سلطنت قائم ہونے کے نتیجے میں اس علاقے میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی آئی تھی؟ اگر آپ کی ریاست اس سلطنت کا حصہ نہیں تھی تو ہم عصر علاقائی حکمرانوں، ان کے ظہور اور پالیسیوں کے بارے میں اور زیادہ جانکاری حاصل کیجئے۔ وہ کس قسم کی دستاویزات سنبھال کر رکھتے تھے؟

چغتائی تُرک چنگیز خان کے بڑے بیٹے کی اولاد مانے جاتے ہیں۔

اس لیے ترکی ان کی مادری زبان تھی۔ ان کے پہلے حکمراں بابر نے شاعری اور خودنوشت سوانح عمری اسی زبان میں تحریر کی ہے۔

یہ اکبر تھا جس نے ہوش مندی کے ساتھ فارسی کو مغل دربار کی خاص زبان بنا دیا تھا۔ ایران ساتھ ثقافتی وعلمی روابط کے ساتھ مغل دربار میں عہدہ پانے کے خواہش مند، ایران اور وسط ایشیا سے متواتر آنے والے مہاجرین نے بادشاہ کو اس زبان کا انتخاب کرنے کے لیے تحریک دی۔ فارسی کو سلطنت کی زبان کا بلند مقام دیا گیا اور ان لوگوں کو طاقت وقوّت اور عزت مرحمت کی گئی جن کو اس زبان پر عبور حاصل تھا۔ بادشاہ، شاہی خاندان کے افراد اور دربار کے اعلیٰ افراد اس زبان کو بولتے تھے۔ مزید برآں یہ سبھی سطح پر نظم ونسق کی زبان بن گئی۔ چنانچہ محاسبوں، منشیوں اور دیگر عہدیداران نے بھی اس زبان کے علم کو حاصل کیا۔

حتیٰ کہ جہاں فارسی راست طور پر مستعمل نہیں تھی وہاں بھی راجستھانی، مراٹھی یہاں تک کہ تمل میں بھی سرکاری دستاویزات کی زبان کو اس کی لغت اور محاورے نے زبردست طریقے سے متاثر کیا۔ چونکہ سولھویں سترہویں صدی میں فارسی کا استعمال کرنے والے لوگ برّصغیر ہند کے مختلف علاقوں سے آئے تھے وہ دیگر زبانیں بھی بولتے تھے اور پھر مقامی محاوروں اور بولیوں کو جذب کرنے کے سبب فارسی بھی ہندوستانی بن گئی۔ فارسی زبان کے ہندوی زبان کے ساتھ رتفاعل نے اردو زبان کو پیدا کیا۔

''اکبر نامہ'' جیسی مغل سرکاری تاریخ فارسی میں تحریر کی گئی تھی۔ دیگر جیسے بابر کی سوانح کا ''بابر نامہ'' کے نام سے ترُکی سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ مغل بادشاہوں نے ''مہابھارت'' اور ''رامائن'' جیسی سنسکرت کی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کئے جانے کا حکم دیا تھا۔ ''مہابھارت'' کا ترجمہ ''رمزنامہ'' (جنگوں کی کتاب) کے عنوان سے کیا گیا۔

2.2 قلمی نسخے کی تیاری

مغل ہندوستان کی تمام کتابیں قلمی نسخے تھے وہ ہاتھ سے تحریر کی گئیں تھیں۔ قلمی نسخوں کی تیاری و تالیف کا مرکز شاہی ''کتب خانہ'' تھا۔ ''کتب خانہ'' کا ترجمہ لائبریری کے طور پر کر سکتے ہیں۔ یہ ایک ''دارالانشاء'' (محرّرخانہ) تھا۔ یعنی ایسی جگہ جہاں بادشاہ کے قلمی نسخوں کا ذخیرہ رکھا جاتا تھا اور نئے قلمی نسخوں کی تیاری وتالیف ہوتی تھی۔

قلمی نسخوں کے ورق تیار کرنے کے لیے کاغذ سازوں کی، متوّن کی نقل کرنے کے لیے خطّاطوں یا کاتبوں کی، صفحات کی ملمع کاری کے لیے ملّمع سازوں کی، متوّن سے مناظر کی تصویر کشی

تحریر شدہ لفظ کی طرز پرواز

ابوالفضل کے الفاظ میں:

تحریر شدہ لفظ گذرے زمانوں کی حکمت و دانائی کو مجسّم شکل دے سکتا ہے۔ اس سے وہ عقل و دانائی کی ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بولے جانے والا لفظ ان کے دل میں سرایت کر جاتا ہے جو سننے کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ تحریر شدہ لفظ ان لوگوں کو جو نزدیک و دور ہیں انھیں حکمت ودانائی عطا کرتا ہے۔ اگر تحریر شدہ لفظ نہ ہوتو بولا جانے والا لفظ جلد ہی مر جائے گا۔ ہمارے پاس ان لوگوں کی کوئی نشانی نہیں رہ جائے گی جو لوگ فوت ہو چکے ہیں۔ سطحی مشاہدین تو حرف کو ایک کالی شبیہ کے طور پر دیکھتے ہیں لیکن عمیق نظر والے لوگوں کو ان میں حکمت و دانائی کا چراغ (چراغ شناسائی) نظر آتا ہے۔ اپنے میں ہزاروں کرنوں کو لیے ہونے کے باوجود تحریر شدہ لفظ کالا دکھائی دیتا ہے۔ یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک ایسی روشنی ہے جس پر ایک تل ہے جو اس کی بُری نظر سے حفاظت کرتا ہے۔ خط ایک حکمت و دانائی کی تصویر ہے۔ خیالات کی اقلیم سے نکلا ہوا خاکہ ہے، دن میں گہری روشنی کا نقیب ہے، علم کا پر تخیل سیاہ بادل ہے۔ اگرچہ خط گونگے ہوتے ہیں پھر بھی وہ بولتے ہیں، بے حرکت ہوتے ہوئے، ہنوز سفر کرتے ہیں۔ چادر (صفحے) پر پھیلے ہوئے پھر بھی اوپر کی طرف اونچی اڑان بھرتے ہیں۔

کے لیے مصوّروں کی اور ہر ورق کو جمع کر کے نتھّی کر کے مرصّع جلد تیار کرنے کے لیے جلد سازوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ تکمیل شدہ قلمی نسخے کو ایک قیمتی شہ، خردمندی و دانائی کی دولت اور خوبصورتی کے کام کے بطور دیکھا جاتا تھا۔ اس طرح کی خوبصورتی کو وجود میں لاکر ان قلمی نسخوں کے سر پرست مغل بادشاہ اپنی طاقت کا نمونہ پیش کر رہے تھے۔

ساتھ ہی ساتھ ان قلمی نسخوں کی اصلی تخلیق میں شامل کچھ لوگوں کی قدر شناسی، خطابات اور انعامات دے کر بھی کی گئی۔ ان میں خطّاطوں اور مصوّروں کو اعلیٰ سماجی رتبہ ملا جبکہ دیگر جیسے کاغذ ساز یا جلد ساز گمنام دستکار ہی رہے۔

خطاطی یعنی ہاتھ سے لکھنے کے فن کو ایک بڑی مہارت تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ مہارت مختلف طرز میں مستعمل تھی۔ اکبر کا پسندیدہ طرز ''نستعلیق'' تھا۔ یہ رواں طرز تھا جسے طویل عمودی جنبش کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔ اسے 5 سے 10 ملی میٹر کی نوک والے تراشے ہوئے نرسل کے ٹکڑے جسے ''قلم'' کہتے ہیں، کو سیاہی میں ڈبوکر لکھا جاتا ہے۔ قلم کی نوک میں عام طور سے بیچ میں چیرا لگا دیا جاتا ہے تا کہ وہ سیاہی کو آسانی سے جذب کر سکے۔

شکل 9.3
نستعلیق طرز میں تحریر ایک ورق، جو اکبر کے دربار کے سب سے عمدہ خطّاط، کشمیر کے محمد حسین (تقریباً 1575-1605) کا کارنمایاں ہے۔ اس کے حروف کی متناسب خمیدگی کا اعتراف کرتے ہوئے اسے" زرّیں قلم " (سونے کا قلم) کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا۔
صفحے کے نچلے حصّے پر خطّاط نے اپنا نام تحریر کیا ہے جس کے لیے اس نے صفحہ کا تقریباً چوتھائی حصہ لیا ہے۔

گفتگو کیجیے ...

آپ کے خیال میں آج تیار ہونے والی کتابیں کن معنی میں مغل وقائع کی تیاری سے مماثل یا مختلف ہیں؟

3. رنگین شبیہ (تصویر)

جیسا کہ ہم نے سابقہ سیکشن میں پڑھا مغل قلمی نسخوں کی تیاری میں مصوّر بھی شامل تھے۔ ایک مغل بادشاہ کے عہد کے واقعات کو بیان کرنے والے وقائع میں تحریر متن کے ساتھ ان واقعات کو تصاویر کے ذریعہ مرئی شکل میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جب کسی منظر یا موضوع کا کتاب میں مرئی شکل میں اظہار کیا جانا ہوتا تھا تو خطاط اُس کے آس پاس کے صفحات کو خالی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ مصوّر الفاظ میں مذکور موضوع یا منظر کی تصویر کشی کر کے ساتھ میں شامل کر دیتے تھے۔ یہ تصاویر چھوٹی تصویریں (Miniatures) ہوتی تھیں۔ چنانچہ انھیں قلمی نسخوں کے صفحات پر اِدھر اُدھر آسانی سے لگایا اور ملاحظہ کیا جا سکتا تھا۔

تصاویر نہ صرف کتابوں کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی تھیں بلکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ تحریر کے ذریعہ بادشاہوں کی طاقت اور سلطنت کے متعلق جو بات نہ کہی جا سکتی ہو، یہ ان

ماخذ 1

تصویر کی مدح سرائی

ابوالفضل تصویر کشی کے فن کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھتا تھا:

کسی بھی چیز کی بالکل اسی کی طرح خاکہ کشی کرنا تصویر کہلاتی ہے۔ بادشاہ سلامت نے اپنی نوجوانی کے زمانے میں اس فن کے لیے اپنے شوق کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اسے مطالعہ اور تفریح دونوں کے ہی ذریعہ کے طور پر دیکھتے ہوئے اس فن کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مصوّروں کی ایک بڑی تعداد اس کام میں لگی ہوئی ہے۔ ہر ہفتے شاہی کارخانے کے بہت سے نگراں اور منشی بادشاہ کے سامنے ہر فنکار کا کام پیش کرتے ہیں۔ بہزاد جیسے قابل مصوّر کی نہایت عمدہ تصاویر کو تو ان یوروپی مصوّروں کی نہایت عمدہ تصاویر کے مقابلے رکھا جاسکتا ہے جنھوں نے عالمگیر شہرت حاصل کرلی ہے۔ فضل کی باریکی، پایہ تکمیل کو پہنچانا اور ادائیگی کی جرأت، جواب تصاویر میں دکھائی دیتی ہے وہ بے نظیر ہے۔ یہاں تک کہ بے جان شے بھی جاندار نظر آتی ہیں۔ سو سے بھی زیادہ مصوّر اس فن کے مشہور استاد بن گئے ہیں۔ خاص طور پر ہندو فنکاروں کے لیے یہ بات صحیح ہے۔ ان کی تصاویر ہمارے تصور کی چیزوں سے سبقت لے گئی ہیں۔ فی الحقیقت پورے عالم میں کچھ لوگ ہی ان کے مساوی مل پائیں گے۔

⊂ ابوالفضل مصوّری کے فن کو اہم کیوں سمجھتا ہے؟ وہ اس فن کو کیسے جائز ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے؟

تصوّرات کی ترسیل کی بھی ایک مخصوص قوّت رکھتی تھیں۔ مئورخ ابوالفضل نے مصوری کو ایک ''جادوئی فن'' کے طور پر بیان کیا ہے۔ اس کی نظر میں یہ فن کسی بے جان شے کو ایسی شکل میں پیش کرنے کی قوت رکھتا ہے کہ گویا وہ زندگی رکھتی ہوں۔

بادشاہ اس کے دربار کے شرکا کی تصاویر بنانے کو لے کر حکمرانوں اور راسخ العقیدہ مسلم نمائندوں یعنی علماء کے درمیان مستقل تناؤ کا ذریعہ بنا رہا۔ علماء نے قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث، جس میں پیغمبر حضرت محمدؐ کی زندگی سے ایک ایسا ہی واقعہ مذکور ہے جس میں انسانی تصویر بطور یادگار محفوظ رکھنے کی اسلامی ممانعت کی دہائی دی۔ یہاں پیغمبر حضرت محمدؐ نے سختی سے جانداروں کی تصویر کشی کی ممانعت کی ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے یہ لگتا ہے کہ فنکار تخلیق کی طاقت کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایسا عمل تھا جو پوری طرح خدا سے وابستہ سمجھا جاتا تھا۔

شکل 9.4
ایک مغل کتاب خانہ

⊂ اس چھوٹی تصویر میں مغل قلمی نسخے کی تیاری میں شامل لوگوں کی تصویر کشی میں مختلف کاموں کی شناخت کیجیے۔

تاہم وقت کے ساتھ شریعت کی ترجمانی وتشریح میں بھی تبدیلی آئی۔مختلف سماجی گروہوں نے اسلامی روایات کے مجموعے کی مختلف طریقوں سے تشریح کی۔اکثر ہر گروہ نے روایات (حدیث) کی ایک ایسی فہم پیش کی تھی جوان کی سیاسی ضرورت سے سب سے زیادہ مطابقت رکھتی تھی۔جن صدیوں میں سلطنت کی تعمیر ہو رہی تھی اس زمانے میں کئی ایشیائی علاقوں کے حکمرانوں نے باضابطہ طور پر فنکاروں کو ان تصاویر اوران کی ریاست کی زندگی کے مناظر کی تصویر کشی کے لیے مقرر کیا۔مثال کے طور پر ایران کے صفوی بادشاہوں نے دربار میں قائم کیے گئے کارخانوں میں عمدہ ترین فنکاروں کی سرپرستی کی۔بہزاد جیسے مصوّروں کے نام نے صفوی درباری ثقافتی شہرت کو چاروں جانب پھیلانے میں تعاون دیا۔

ایران سے بھی فنکاروں نے مغل ہندوستان کا راستہ اختیار کیا۔کچھ کو مغل دربار میں لایا گیا۔جیسے میر سید علی اور عبدالصمد جو بادشاہ ہمایوں کے ہمراہ دہلی آئے تھے۔دیگر نے سرپرستی، شہرت اور عزّت کے مواقع کی تلاش میں ہجرت کی۔بادشاہ اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کی رائے کے ترجمان کے درمیان جانداروں کی مرئی شکل کی نمائندگی کا سوال آویزش کا ذریعہ بنا ہوا تھا۔اکبر کا درباری مؤرخ ابوالفضل بادشاہ کے الفاظ اس طرح نقل کرتا ہے۔"یہاں بہت سے لوگ ہیں جو تصاویر سے نفرت کرتے ہیں لیکن میں ایسے افراد کو پسند نہیں کرتا۔یہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے ایک فنکار خدا کو تسلیم کرنے کا بے مثل طریقہ رکھتا ہے جبکہ اسے (فنکار) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے کارعمل میں (خدا کی تخلیق کو) زندگی عطا نہیں کرسکتا........"

4. اکبر نامہ اور بادشاہ نامہ

اکبر نامہ اور بادشاہ نامہ (بادشاہ کی تاریخ) اہم مصوّر سرکاری تاریخوں میں سے سب سے زیادہ معروف ہیں۔ہر ایک قلمی نسخہ اوسطاً 150 پورے یا دوہرے صفحات پر جنگ۔محاصرہ، شکار، عمارات کی تعمیر، دربار کے مناظر وغیرہ پر مشتمل ہے۔

اکبر نامہ کا مصنف ابوالفضل مغل دارالسّلطنت آگرہ میں جوان ہوا تھا۔اس نے عربی، فارسی، یونانی فلسفہ اور تصوّاف کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔مزید برآں وہ ایک زوردار مقرر اور آزاد مفکّر تھا جس نے استقامت کے ساتھ قدامت پسند علماء کے نظریات کی مخالفت کی۔ابوالفضل کی ان صفات سے اکبر متاثر ہوا اسے بطور ایک مشیر اور اپنی پالیسیوں کے ترجمان کے فکری طور پر موزوں پایا۔بادشاہ کا ایک اہم مقصد ریاست

گفتگو کیجیے ....

مصوّر کی ادبی اور فنکارانہ تخلیق کی نمائندگی (تصویر 9.4) کا موازنہ ابوالفضل کے ادبی و فنکارانہ خیالات (ماخذ 1) سے کیجیے۔

کو مذہبی راسخ العقیدہ لوگوں کے اختیار سے آزاد کرنا تھا۔ درباری مؤرخ کے کردار میں ابوالفضل نے اکبر کے عہد سے وابستہ تصوّرات کو نہ صرف ایک شکل دی بلکہ انھیں واضح طور پر پیش بھی کیا۔

1589 میں ابوالفضل نے شروع کر کے تیرہ سال تک اکبر نامہ پر کام کیا اور بار بار مسوّدہ پر نظرثانی کی۔ یہ تاریخ ماخذات کے وسیع سلسلے بشمول واقعات (وقائع) کے حقیقی اندراج، سرکاری دستاویزات اور ذی علم و باخبر افراد کی زبانی شہادتوں پر مبنی ہے۔

''اکبر نامہ'' تین جلدوں میں منقسم ہے جس کی ابتدائی دو جلدیں تاریخ وار واقعات پر مبنی ہیں۔ تیسری جلد'' آئینِ اکبری'' ہے۔ پہلی جلد جو حضرت آدم سے لے کر اکبر کی زندگی (30 سال) کے سماوی دور پر مشتمل انسانی تاریخ ہے۔ دوسری جلد اکبر کے 46 ویں جلوس (1601) پر ختم ہوتی ہے۔ اگلے ہی سال ابوالفضل شہزادہ سلیم کے ذریعہ بنائے گئے ایک سازشی منصوبے کا شکار ہو گیا اور سلیم کے شریکِ جرم بیر سنگھ بندیلہ کے ذریعہ اس کا قتل کر دیا گیا۔

تاریخی ارتقا (Diachronic) کا بیان وقت مقررہ کے علاوہ ترقی کی کھوج بنی ہے۔ حالانکہ ہم وقتی (Synchronic) بیان ایک خاص لمحہ یا وقت کے نشان کے ایک یا بہت سے حالات کی تصویر کشی ہے۔

اکبر نامہ عہد اکبر پر پھیلے اہم سیاسی واقعات کا روایتی نقطہ نظر سے تاریخ کے شعوری اندراج کا تفصیلی بیان مہیا کراتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تاریخ وار سلسلئہ واقعات کے حوالے کے بغیر اکبر کی سلطنت کے جغرافیائی، سماجی، نظم و نسق وار ثقافتی سبھی پہلوؤں کی زمانے کے لحاظ سے زیادہ انوکھے احساس سے تصوّر پیش کرتا ہے۔ آئینِ اکبری میں مغل سلطنت کی گوناگوں آبادی والی جو ہندوؤں، جینیوں، بودھوں اور مسلمانوں پر مشتمل ہے اور ایک مشترکہ ثقافت رکھتی ہے، کے طور پر پیش کیا ہے۔

ابوالفضل نے اسے مرصع زبان میں تحریر کیا تھا جو انتخاب الفاظ اور روانی و آہنگ کی اہمیت سے منسلک ہے۔ اس طرح کے متوّن کو اکثر بآواز بلند پڑھا جاتا تھا۔ اس ہند فارسی طرز کی دربار میں سرپرستی کی جاتی تھی۔ یہاں مصنفین کی ایک بڑی تعداد ابوالفضل کے طرز تحریر میں لکھنے کی خواہش رکھتی تھی۔

ابوالفضل کے ایک شاگرد عبدالحمید لاہوری'' بادشاہ نامہ'' کے مصنف کے طور پر معروف ہے۔ اس کی صلاحیتیوں کے متعلق سن کر بادشاہ شاہجہاں نے اسے اکبر نامہ کے نمونے کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اپنے عہد کی تاریخ لکھنے پر مامور کیا تھا۔'' بادشاہ نامہ'' بھی ایک سرکاری تاریخ ہے جو تین جلدوں (دفتروں) پر مشتمل ہے۔ ہر دفتر (جلد) دس قمری برسوں کا احاطہ کرتا ہے۔ لاہوری نے بادشاہ کی حکمرانی (47-1627) کی پہلی دو دہائیوں پر مشتمل پہلا اور دوسرا دفتر تحریر کیا۔ ان جلدوں میں بعد میں شاہجہاں کے وزیر سعد اللہ خان نے نظرثانی کی۔ بڑھاپے کی

بادشاہ نامہ کا سفر

مغلوں کے تحت قیمتی قلمی نسخوں کو تحفہ میں دینا ایک قائم شدہ سفارتی رواج تھا۔ اسی کی نقل کرتے ہوئے اودھ کے نواب نے 1799 میں کنگ جارج سوم کو مصوّر ''بادشاہ نامہ'' تحفہ میں دیا تھا۔ تبھی سے یہ ونڈسر کیسل کے انگریز شاہی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ 1994 میں تحفظ کے کام کے مدِّنظر مجلّد قلمی نسخوں کو الگ الگ کرنا ضروری ہو گیا۔ اسی کی وجہ سے تصاویر کی نمائش کرنا ممکن ہو سکا۔ 1997 میں پہلی مرتبہ'' بادشاہ نامہ'' کی پینٹنگ کی نمائش نئی دہلی، لندن اور واشنگٹن میں دکھائی گئی۔

ناتوانی وضعف کی وجہ سے لاہوری تیسری دہائی کی روئداد تحریر نہ کر سکا جس تاریخ کو بعد میں مئورخ وارث نے قلمبند کیا۔

نوآبادیاتی دور میں انگریز منتظمین نے اپنی سلطنت کے لوگوں اور ثقافتوں، جن پر وہ حکومت کرنے کے خواہش مند تھے، کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ہندوستانی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا اور برّصغیر ہند کے متعلق علم کا محافظ خانہ (Archive) وجود میں لائے۔ سر ولیم جونس کے ذریعہ 1784 میں قائم ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال قائم کی۔ اس نے بہت سے ہندوستانی قلمی نسخوں کو مرتب کرنے، طبع کرنے اور ترجمہ کرنے کی ذمّہداری اٹھائی۔

''اکبر نامہ'' اور ''بادشاہ نامہ'' کا مرتب شدہ نسخہ سب سے پہلے 19ویں صدی میں ایشیاٹک سوسائٹی (بنگال) نے شائع کیا۔ کئی برسوں کی سخت محنت کے بعد بیسویں صدی کی ابتدا میں ہنری بیوریج نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔ آج کی تاریخ تک ''بادشاہ نامہ'' کے کچھ ہی اقتباسات کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے۔ اس کا کل متن ابھی تک ترجمہ ہونے کے انتظار میں ہے۔

گفتگو کیجیے ...

معلوم کیجیے کہ کیا آپ کے قصبہ یا شہر میں قلمی نسخوں کو تیار کرنے کی روایت تھی؟ ان قلمی نسخوں کو کون تیار کرتا تھا؟ ان قلمی نسخوں میں کن مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے؟ ان قلمی نسخوں کو کیسے محفوظ رکھا گیا؟

5. مثالی سلطنت

5.1 ایک ملکوتی روشنی

درباری مئورخین نے بہت سے ماخذوں میں یہ خاکہ پیش کیا کہ مغل بادشاہ کو طاقت راست طور پر خدا سے ملی تھی۔ ان کے سنائے ہوئے قصص و روایات میں سے ایک میں منگول ملکہ ''الان قوآ'' کا قصّہ ہے جو اپنے خیمے میں آرام کرتے وقت سورج کی ایک کرن سے حاملہ ہو گئی تھی۔ اس کی پیدا ہونے والی اولاد یہ ملکوتی روشنی لیے ہوئے تھی۔ جو نسل در نسل منتقل ہوتی رہی۔

خدا (فرّ ایزدی) سے پھوٹنے والی روشنی پانے والی اشیا کے نظام مراتب میں مغل بادشاہ کو ابوالفضل نے سب سے اعلیٰ مقام پر رکھا ہے۔ یہاں وہ مشہور ایرانی صوفی شہاب الدین سہروردیؒ (م1191) سے فیضان حاصل کرتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے اس تصوّر کو تکمیل تک پہنچایا تھا۔ اس تصوّر کے مطابق ایک ایسا نظام مراتب موجود تھا جس میں یہ ملکوتی روشنی بادشاہ میں منتقل ہوئی اور اس کے بعد وہ اسے عوام کے لیے روحانی رہنمائی کا سرچشمہ ہو گیا۔

روشنی کے تصوّر کی منتقلی

سہروردی فلسفے کی اصل میں پلیٹو کی ریپبلک کی طرف واپسی ہے جہاں خدا کو سورج کی علامت کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ سہروردیوں کی تحریریں اسلامی دنیا میں ہر جگہ پڑھی جاتی تھیں۔ شیخ مبارک نے ان کا مطالعہ کیا تھا۔ ان کے تصوّرات کو اس نے اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی تک منتقل کیا جن کی تربیت اس کی سرپرستی میں ہوئی تھی۔

شکل 9.5
ابوالحسن کی بنائی گئی اس تصویر میں جھانگیر کو زرق برق لباس اور زیورات پھنے دکھایا گیا ھے جو اپنے ھاتھوں میں اپنے والد اکبر کی ایك تصویرا ٹھائے ھوئے ھے۔

اکبر کی پوشاک سفید ہے۔صوفی روایات میں سفید رنگ،منوّر روح کے ساتھ وابستہ ہے۔وہ ایک گلوب پیش کررہا ہے جو خاندانِ شاہی کے اقتدار کی علامت ہے۔مغل سلطنت میں ایسا کوئی قانون جو یہ طے کرے کہ بادشاہ کے بیٹوں میں سے کون سا بیٹا اس کے تخت کا جانشین ہوگا،نہیں تھا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاندان شاہی میں ہر تبدیلی مقابلہ آرائی کے ساتھ ہوئی۔اکبر کے عہد کے آخر میں شہزادسلیم نے بغاوت کی لیکن بعد میں اسے معاف کردیا گیا۔

یہ تصویر باپ اور بیٹے کے درمیان رشتوں کو کس طرح بیان کرتی ہے؟ آپ کیوں سوچتے ہیں کہ مغل فن کاروں نے اکثر بادشاہوں کی گہرے یا ہلکے پس منظر کے مقابل تصویر بنائی ہے؟ اس تصویر میں روشنی کے ذرائع کیا ہیں؟

وقائع کے تذکروں کے ساتھ دی گئی تصاویر نے ان تصوّرات کو اس طرح منتقل کیا کہ انھوں نے ناظرین کے ذہنوں پر ایک پائیدار نقش چھوڑا۔سترہویں صدی کے بعد مغل فنکاروں نے بادشاہوں کی تصاویر کو حلقۂ نور میں مصوّر کرنا شروع کیا جس کو انھوں نے عیٰسی مسیح اور کنواری مریم کی یوروپی تصاویر میں خدا کے نور کی علامت کے طور پر دیکھا تھا۔

5.2 جوڑنے والی قوت

مغل وقائع (تاریخیں) سلطنت کو بہت سی مختلف نسلی و مذہبی جماعتوں جیسے ہندوؤں، جینیوں، زرتشتیوں اور مسلمانوں پر مشتمل مجموعے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ہر طرح سے امن وامان اور استحکام کے منبع کے بطور بادشاہ تمام مذہبی ونسلی گروہوں سے اوپر کھڑا تھا۔وہ ان کے درمیان ثالثی تھا اور یہ یقینی بنانا تھا کہ انصاف اور امن کا چلن ہوگا۔ابوالفضل صلحِ کُل کے نصب العین وتصوّر کو منوّر وروشن حکمرانی کی اصل شہ کے طور پر بیان کرتا ہے۔صلحِ کُل میں سبھی مذاہب اور مکاتبِ فکر کے لوگوں کو اظہارِ خیال کی آزادی تھی لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ وہ ریاست کے اقتدار کی بنیادیں کھوکھلی نہیں کریں گے یا آپس میں دست بدست نہیں ہوں گے۔

صلحِ کُل کا نصب العین ریاستی پالیسیوں کے ذریعہ نافذ کیا گیا تھا۔مغلوں کے تحت امرا طبقہ،ایرانیوں،تورانیوں،راجپوتوں،دکنیوں وغیرہ پر مشتمل تھا۔ان سب کو دیے گئے

عہدے اور انعامات پوری طرح بادشاہ کے تئیں ان کی خدمات اور وفاداری پر منحصر تھے۔ مزید برآں 1563 میں اکبر نے زیارتی ٹیکس (تیرتھ یاترا) اور 1564 میں جزیہ ختم کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں ٹیکس مذہبی تفریق پر مبنی تھے۔ سلطنت کے افسران کو نظم و نسق میں صلح کے قاعدہ و قانون پر عمل کرنے کے لیے ہدایات جاری کی گئیں۔

تمام مغل بادشاہوں نے عبادت گاہوں کی عمارات اور دیکھ بھال میں تعاون کرنے کے لیے عطیات دیے۔ یہاں تک کہ جنگ کے دوران جب مندروں کو منہدم کر دیا جاتا تھا تو بعد میں ان کی مرمّت کے لیے عطیات جاری کیے جاتے تھے۔ یہ بات ہمیں شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہدِ حکمرانی میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ تاہم اورنگ زیب کے دور حکمرانی میں غیر مسلم رعایا پر جزیہ نافذ کیا گیا تھا۔

5.3 منصفانہ فرماں روائی بطور سماجی معاہدہ

ابوالفضل نے فرماں روائی کی تعریف ایک سماجی معاہدہ کے طور پر کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ اپنی رعایا کے چاروں جوہروں کی حفاظت کرتا ہے۔ زندگی (جان)، ملکیت (مال)، عزّت (ناموس)۔ عقیدہ (دین) اور اس کے عوض میں فرمانبرداری اور وسائل میں حصّہ کی مانگ کرتا ہے۔ صرف انصاف پسند فرمانروا ہی طاقت اور ملکوتی رہنمائی کے ساتھ اس معاہدے کی تکریم کے قابل سمجھا جاسکتا ہے۔

شکل 9.6
"بادشاہ نامہ" سے ایک منظر، جس کو مصوّر پیاگ نے تقریباً 1640 میں مصوّر کیا تھا. اس میں جہانگیر، شہزادہ خرّم کو عمامہ (پگڑی) مع ہیرے کے، پیش کر رہا ہے.

شکل 9.1
ابوالحسن کی بنائی گئی تصویر میں جہانگیر غربت کی شبیہ کو تیر مارتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

مصوّر نے یہاں ہدف کو گہرے بادل میں پوشیدہ شکل میں پیش کر کے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ کوئی حقیقی شخص نہیں ہے بلکہ ایک مجرّد وصف کو علامتی طور پر انسانی شکل میں استعمال کیا ہے۔ آرٹ اور ادب میں اس طرح کے مظہر کی اصطلاح کو تمثیل یا پیکر کہا جاتا ہے۔ زنجیر عدل کو جنت سے اترتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ جہانگیر نے اپنی توزک میں میری زنجیرِ عدل کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تاجپوشی کے بعد میں نے پہلا حکم دیا وہ زنجیر عدل باندھنے کا تھا۔ تاکہ اگر انصاف کے نظم ونسق میں مشغول لوگوں سے دیر ہو جائے یا اگر انصاف حاصل کرنے والے لوگوں کے معاملات میں حیلہ سازی کریں تو مظلوم اس کے پاس آسکیں اور اسے ہلا سکیں۔ یہ زنجیرِ خالص سونے سے بنائی گئی ہے۔ یہ تیس گز لمبی ہے اور اس میں 60 گھنٹیاں لگی ہوئی ہیں۔

اس تصویر میں بنی علامات کو شناخت کر کے ان کی تشریح کیجیے۔ اس تصویر کے پیغام کا خلاصہ لکھیے۔

انصاف کے تصوّر کی بصری نمائندگی کے لیے جو مغل سلطنت میں اعلیٰ وصف سے منسوب تھا، بہت سی علامات تخلیق کی گئیں۔ فنکاروں کے ذریعہ مستعمل سب سے زیادہ پسندیدہ علامتوں میں سے ایک علامت تھی۔ ایک دوسرے کے قریب گھروندے میں پرامن طور پر شیر اور بکری (یا گائے) کے بیٹھے ہونے کی امتیازی خصوصیت تھی۔ اس کا مطلب مملکت میں ایسا ظاہر کرنا جہاں کمزور اور طاقتور ہم آہنگی کے ساتھ زندہ رہ سکتے تھے۔ مصوّر دربار سے منسلک بادشاہ نامہ سے ایسی امتیازی خصوصیات والی تصویریں بادشاہ کے تخت کے بالکل نیچے محراب میں آویزاں کی گئی ہیں۔

گفتگو کیجیے ....
مغلیہ سلطنت میں انصاف کو سلطنت کا اتنا اہم وصف کیوں مانا جاتا تھا؟

6. دارالسلطنت / دارالحکومت اور دربار

6.1 دارالحکومت

مغل سلطنت کا مرکز اس کا دارالحکومت تھا۔ جہاں دربار لگتے تھے۔ سولھویں اور سترھویں صدی کے دوران مغلوں کے راجدھانی شہر اکثر منتقل ہوتے رہتے تھے۔ بابر نے لودھیوں کے دارالحکومت آگرہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ اگرچہ اس کی چار سالہ عہد حکمرانی کے دوران بار بار نقل مکانی کرتا رہا۔ 1560 کی دہائی کے دوران اکبر نے آگرہ کے قلعہ کو قرب وجوار سے لائے گئے لال پتھر سے تعمیر کروایا تھا۔

1570 کی دہائی میں اس نے فتح پور سیکری میں نیا دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کی ترغیب کا ایک سبب یہ ہوسکتا ہے کہ سیکری اجمیر جانے والی سیدھی سڑک پر واقع تھا جہاں شیخ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ ایک اہم زیارتی مرکز بن چکی تھی۔ مغل بادشاہ چشتی صوفی سلسلے قربت رکھتے تھے۔ اکبر نے سیکری میں شاہی جامع مسجد سے متصل ہی شیخ سلیم چشتیؒ کا سفید سنگ مرمر کا مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ بلند محرابی صدر دروازہ (بلند دروازہ) کی تعمیر کا مقصد یہاں آنے والے زائرین کو گجرات میں مغل فتح کی یاد دلانا تھا۔ 1585 میں شمال مغربی علاقے کو قبضے میں رکھنے کے لیے اکبر نے دارالحکومت کو لاہور منتقل کر دیا اور تیرہ سال تک اس کی سخت نگرانی کی۔

شکل 9.8
بلند دروازہ فتح پور سیکری

شاہ جہاں نے معقول مالیاتی پالیسیوں کو اختیار کیا اور عمارات کی تعمیر کے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے کافی مقدار میں دولت اکٹھا کر لی۔ جیسا کہ آپ نے ماضی کے حکمرانوں کو دیکھا کہ شاہی ثقافت میں عمارتوں کی تعمیرات شاہی اقتدار، دولت اور شہرت کی واضح نظر آنے والی علامتیں تھیں۔ مسلم حکمرانوں کے معاملے میں اسے نمائش عمل بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔

1648 میں دربار، فوج اور شاہی گھرانہ آگرہ سے نو تعمیر شدہ شاہی راجدھانی شاہجہان آباد منتقل ہوگئی۔ دہلی کے

پرانے رہائشی شہر میں لال قلعہ، جامع مسجد، بازار (چاندنی چوک) کے ساتھ درختوں کی قطار میں چہل قدمی کے میدان اور امرا کے لیے کشادہ مکانات کے ساتھ نیا اضافہ کیا گیا تھا۔ شاہ جہاں کا یہ نیا شہر اس کی عظیم شہنشاہیت کا واضح نمونہ تھا۔

6.2 مغل دربار

دربار کی سجاوٹ، رعایا میں بادشاہ کی شان و شوکت کا نمونہ پیش کرتی تھی۔ اس کا شاہی تخت اس کا مرکز تھا اور اس کے ستون (axisment) اس کی خود مختاری کو ظاہر کرتے تھے۔ لٰہذا اس کی مرکزی شے اقتدار شاہی تخت تھا۔ جس نے بادشاہ کے کاموں کو مادی شکل محور (Axis Mundi) کی طرح دی۔ ہزاروں برس سے ہندوستان کے لیے بادشاہت کی علامت چھتر کو، بادشاہ کی نور افشانی سے علیحدہ کرنے والا مانا گیا۔

وقائع میں مغل اعلیٰ طبقے کی درمیانی حیثیت کو متعین کرنے والے اصولوں کو بڑے

ستون کے لیے ایکسس منڈی (Axis Mundi) ایک لاطینی محاورہ ہے جو زمین کے سہارے کے بطور تصور کیا جاتا ہے۔

ماخذ 2

دربارِ اکبری

ابوالفضل اکبر کے دربار کی تفصیل بیان کرتا ہے:

بادشاہ سلامت (اکبر) جب کبھی دربار لگاتے ہیں تو ایک بڑا نقارہ بجایا جاتا ہے۔ اس کی آواز کے ساتھ خدا کی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔ اس طریقے سے تمام جماعتوں کے لوگوں کو اطّلاع مل جاتی ہے۔ بادشاہ سلامت کے بیٹے اور پوتے، دربار کے بلند مرتبہ افراد اور وہ تمام دیگر افراد جن کو دربار میں داخل ہونے کی اجازت تھی، حاضر ہوتے ہیں اور کورنش بجالاتے ہیں اور اپنے متعیّن مقام پر کھڑے رہتے ہیں۔ مشہور و معروف عالم اور ماہر کاریگر تسلیمات بجالاتے ہیں اور قانونی افسران اپنی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ بادشاہ سلامت اپنی عمومی بصیرت اور اطمینان بخش طریقے سے سبھی معاملات حل کرتے ہیں۔ اس دوران سبھی ممالک سے آئے ماہر پیشہ ور تیغ زن اور پہلوان اپنے آپ کو مستعد رکھتے ہیں اور مرد و خواتین مغنّی انتظار میں رہتے ہیں۔ چالاک شعبدہ باز اور پُر مزاح قلاباز اپنی ہنرمندی و مستعدی کا مظاہرہ کرنے کے لیے بے آب رہتے ہیں۔

⬅ دربار میں ہونے والی اہم سرگرمیوں کو بیان کیجیے۔

کورنش رسمی سلام پیش کرنے کا ایک طریقہ تھا جس میں درباری دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پیشانی پر رکھ کر سر خم کرتے تھے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ کورنش بجالانے والا شخص پورے ہوش و حواس تنظیم اور خاک ساری سے خود کو شاہی مجلس میں پیش کر رہا ہے۔

واضح طور پر پیش کیا ہے۔ دربار میں حیثیت اس بات سے طے کی جاتی تھی کہ کون بادشاہ سے ذاتی طور پر قریب تھا۔ کسی بھی درباری کو حکمراں کے ذریعہ عطا کیا گیا مقام بادشاہ کی نظروں میں اس کی اہمیت کی علامت تھا۔ ایک دفعہ جب بادشاہ تخت پر بیٹھ جاتا تھا تو کسی کو بھی اپنے مقام سے حرکت کرنے یا بنا اذن جگہ چھوڑنے کی اجازت نہ تھی۔ درباری سماج میں سماجی کنٹرول کی مشق، دربار میں ایسی تقریر جو قابلِ قبول ہو، انکساری اور خطاب کی مکمل شکل میں تفصیل کے ساتھ متعین کیے گئے اصول کے ذریعہ ہوتی تھی۔ آداب مجلس کی معمولی سی بھی خلاف ورزی پر گرفت کی جاتی تھی اور فوراً اسی جگہ سزا دی جاتی تھی۔

حکمراں کو پیش کی گئی سلامی کے طریقے سے اس شخص کی حیثیت ظاہر ہوتی تھی جیسے زیادہ جھک کر ''قدم بوسی'' کرنا اعلیٰ حیثیت کو ظاہر کرتا تھا۔ اطاعت و احترام کی اعلیٰ شکل ''سجدہ'' تھا یا مکمل ''قدم بوسی''۔ شاہجہاں کے عہد میں یہ رسمیں ''چہار تسلیم'' اور ''زمین بوسی'' میں تبدیل ہو گئیں۔

مغل دربار میں سیاسی سفیروں کے منصبی آداب بے کم و کاست ایسے ہی تھے۔ مغل بادشاہ کے سامنے حاضر ہونے والے سفیر سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ ''تسلیمات'' کی قابل قبول شکلوں یعنی زیادہ جھک کر قدم بوسی یا زمین بوسی یا ایرانی رواج پر عمل کرتے ہوئے سینے پر ہاتھ باندھ کر تسلیمات پیش کرے گا۔ جیمس اوّل کے انگریز سفیر تھامس رو نے یوروپی رواج کے مطابق جہانگیر کے سامنے محض جھک کر تسلیمات پیش کیں اور کرسی کی طلب کرکے دربار کو مزید حیران کر دیا۔

''چہار تسلیم''، سلام پیش کرنے کا ایک طریقہ تھا جو دائیں ہاتھ کو زمین پر رکھنے سے شروع ہوتا ہے اور ہاتھ کو آہستگی سے اٹھاتے ہوئے شخص سیدھا کھڑا ہوتا تھا۔ جب تک وہ اپنے ہاتھ کی ہتھیلی اس کے سر کے تاج پر نہیں رکھ دیتا۔ ایسا دن میں چہار مرتبہ کیا جاتا تھا۔ تسلیم کے لغوی معنی فرماں برداری یا حوالے کرنا ہیں۔

شبِ برات ہجری کلینڈر کے آٹھویں مہینے یعنی 14 شعبان کے مکمل چاند کی رات ہے۔ برصغیر ہند میں عبادت اور آتش بازی کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ اس رات مسلمان کے لیے آنے والے سال کی قسمت معیّن ہوتی ہے اور گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

تختِ مرصّع

آگرہ کے محل کے دیوانِ عام میں رکھے ''تختِ مرصّع'' کے متعلق ''بادشاہ نامہ'' میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

اس مرصّع بناوٹ میں ایک ''چھتر'' ہے جسے بارہ پہلو کے ذریعہ سہارا دیا گیا ہے۔ اس کی پیمائش اونچائی میں سطحِ زمین سے اوپر آویزاں گنبد تک پانچ ہاتھ ہے۔ اپنی تخت نشینی کے وقت بادشاہ سلامت نے یہ حکم دیا کہ 86 لاکھ روپئے کے ہیرے موتیوں اور قیمتی پتھروں اور ایک لاکھ تولہ سونا جس کی قیمت مزید 14 لاکھ روپئے ہے، اس کو مزیّن کرنے میں استعمال کئے جائیں۔ تخت کو تیار ہونے میں سات سال کا عرصہ لگا۔ اس کو مزیّن کرتے وقت استعمال ہوئے پتھروں میں ایک یاقوت تھا جس کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی جس کو عباس شاہ صفوی نے مرحوم بادشاہ جہانگیر کو بھیجا تھا۔ اس یاقوت پر عظیم بادشاہ تیمور صاحب قران، مرزا شاہ رخ، مرزا الغ بیگ اور شاہ عباس کے ساتھ ساتھ بادشاہ اکبر، جہانگیر اور خود بادشاہ سلامت (شاہجہاں) کے نام کندہ تھے۔

شکل 9.9
آگرہ میں شادی سے قبل شہزادہ اورنگ زیب کی عزّت افزائی کرتے ہوئے شاھجہاں "بادشاہ نامہ" میں پیاگ کی بنائی تصویر۔

بادشاہ کی شناخت کیجیے۔ اورنگ زیب کو ایک زرد جامہ (اوپری لباس) اور چھوٹے پھولوں والی ہری صدری میں دکھایا گیا ہے۔ وہ کیسے کھڑا ہے اور اس کے جذبے کے اظہار سے کیا پتہ چلتا ہے؟ درباریوں کو کیسے دکھایا گیا ہے؟ کیا آپ بائیں جانب بڑے عمامہ والی شبیہوں کا پتہ لگا سکتے ہیں؟ یہ دانشوروں کی تصویر کشی ہے۔

بادشاہ اپنے دن کا آغاز طلوع آفتاب کے ساتھ اپنی ذاتی مذہبی ریاضت یا عبادت سے کرتا تھا اور مشرق کی طرف بنے ایک چھوٹے بالا خانے یعنی "جھروکے" میں ظاہر ہوتا تھا۔ اس کے نیچے لوگوں (فوجیوں، تاجروں، دستکاروں، کسانوں، بیمار بچوں کے ساتھ عورتوں) کی بھیڑ بادشاہ کی جھلک یعنی درشن کا انتظار کرتی تھی۔ اکبر کے ذریعہ متعارف "جھروکہ درشن" کی رسم کا مقصد عوامی عقیدے کے طور پر شاہی اقتدار کی قبولیت اور توسیع تھی۔

جھروکے میں ایک گھنٹہ گذارنے کے بعد بادشاہ اپنی حکومت کے ترجیحی اہمیت کے حامل معاملات کی حکمت عملی تیار کرنے کے لیے حاضرین کے عوامی ہال (دیوان عام) میں جاتا تھا۔ سرکاری افسران روئداد پیش کرتے اور عرضی دیا کرتے تھے۔ دو گھنٹے بعد بادشاہ "دیوانِ خاص" میں نجی شرف حضوری اور راز داری کے معاملات پر تبادلہ خیال کرتا تھا۔ ریاست کے اونچے عہدے کے وزراء بادشاہ کے سامنے اپنی عرضی پیش کرتے اور ٹیکس افسران اپنے حساب کتاب پیش کرتے تھے۔ گاہِ گاہِ بادشاہ عظیم فن کاروں کے کام یا فن تعمیرات (معمار) دیکھ لیا کرتا تھا۔

شکل 9.10
جشن وزن یا "تلادان" کی رسم کے موقع پر شہزادہ خرّم کو قیمتی دھاتوں سے تولتے ہوئے دکھایا گیا ہے (جہانگیر کی خودنوشت سے)

شکل(b) 9.11

شکل(a) 9.11

شکل (c) 9.11

داراشکوہ کی شادی

شاہی گھرانے میں شادی کا جشن بڑی فراخدلی سے منایا جاتا تھا۔1633 میں داراشکوہ اور نادرہ، شہزادہ پرویز کی شادی کا انتظام شہزادی جہاں آرا اور مرحوم ملکہ ممتاز محل کی خاص خادمہ ستی النساء خانم نے کیا تھا۔شادی کے تحائف کی نمائش کا انتظام دیوان عام میں کیا گیا تھا۔بادشاہ اور حرم کی خواتین دوپہر میں اس کو دیکھنے کے لیے آئیں اور شام کے وقت امراء کو دیکھنے کی اجازت ملی۔ دلہن کی والدہ نے بھی اسی طرح دیوان عام میں تحائف کو سجایا تھا اور شاہجہاں انھیں دیکھنے کے لیے وہاں گیا تھا۔''حنابندی''(مہندی لگانے) کی رسم دیوانِ خاص میں ادا کی گئی۔دربار میں حاضر لوگوں کے درمیان پان، الائچی اور میوہ جات تقسیم کیے گئے۔

شادی پر 32لاکھ روپے کی لاگت آئی تھی۔جس میں 6لاکھ روپے شاہی خزانے سے،16 لاکھ روپے جہاں آرا (ممتاز محل کے ابتدا میں الگ سے رکھے روپے کو شامل کیا) اور باقی دلہن کی والدہ نے فراہم کیے تھے۔''بادشاہ نامہ'' سے لی گئی ان تصاویر میں اس موقع سے وابستہ کچھ سرگرمیوں کو دکھایا گیا ہے۔

تصویر میں آپ کیا دیکھ رہے ہیں، بیان کیجیے۔

تخت نشینی کی سالگرہ، عید، شب برات اور ہولی جیسے کچھ خاص مواقع پر دربار زندگی سے معمور نظر آتا تھا۔ قیمتی دانوں میں رکھی معطّر موم بتیاں اور محل کی دیواروں پر لٹکے آرائشی ہار، آنے والے لوگوں پر زبردست نقش مرتب کرتے تھے۔ مغل بادشاہ سال میں تین اہم تیوہاروں کا جشن منایا کرتے تھے: شمسی اور قمری حساب سے بادشاہ کا یوم پیدائش اور نوروز یعنی دائرۃ البروج کے موسم بہار کا جشن۔ یوم پیدائش پر بادشاہ کو مختلف اشیاء کے مقابل تولا جاتا تھا جو بعد میں بطور خیرات وصدقات تقسیم کر دی جاتی تھیں۔

6.3 القابات وخطابات اور تحائف

تخت نشینی کے وقت یا کسی دشمن پر فتح کے بعد مغل بادشاہ اعلیٰ خطابات حاصل کرتے تھے۔ نقیب کے ذریعہ جب بلند آواز اور تال سے بھرپور ان خطابات کا اعلان کیا جاتا تھا تو حاضرینِ جلسہ میں بادشاہ کی عظمت دوگنی ہو جاتی تھی۔ مغل سکّوں پر منشور شاہی کے ساتھ تخت نشیں بادشاہ کے پورے القابات وخطابات نقش ہوتے تھے۔

قابل افراد کو خطابات دینا مغل حکومت کا ایک اہم طریقہ کار تھا۔ درباری درجہ بندی میں کسی شخص کے عہدے کا پتہ اس کے اختیار کیے خطابات سے لگایا جا سکتا تھا۔ اعلیٰ وزیروں میں سے ایک کو دیا گیا ''آصف خان'' کا خطاب حکمراں پیغمبر سلیمان کے افسانوی وزیر سے مستعار تھا۔ اورنگ زیب نے اپنے دو اعلیٰ مرتبہ امیروں جے سنگھ اور جسونت سنگھ کو ''مرزا راجہ'' کا خطاب عطا کیا تھا۔ خطابات یا تو حاصل کئے جا سکتے تھے یا انھیں حاصل کرنے کے لیے نذرانے دئے جا سکتے تھے۔ میر خان نے اپنے نام میں حرف ''الف'' کا اضافہ کر کے اسے لفظ امیر خان بنانے کے لیے اورنگ زیب کو ایک لاکھ روپئے کی پیشکش کی تھی۔

دیگر اعزازات میں عزّت کا لبادہ ''یعنی'' خلعت'' بھی شامل تھی۔ ایک لباس جسے بادشاہ نے زیب تن کیا ہوتا تھا اور اسے اس کے لیے بابرکت مانا جاتا تھا۔ ''سراپا'' (سر سے پاؤں تک) ایک تحفہ تھا جو ایک چغہ ایک عمامہ اور ایک لمبی پٹی ایٹکا پر مشتمل ہوتا تھا۔ بادشاہ کے ذریعہ بعض اوقات مرصّع زیورات بھی بطور تحفہ دیے جاتے تھے۔ غیر معمولی حالات میں بادشاہ کنول کے شگوفے والا ہیروں سے مرصّع سیٹ (پدم مرصّع) بھی تحفہ میں دیا کرتا تھا۔

ایک درباری کبھی خالی ہاتھ بادشاہ کے پاس نہیں جاتا تھا۔ وہ ایک چھوٹی رقم (نذر) یا ایک بڑی رقم (پیش کش) بادشاہ کی نذر کرتا تھا۔ سفارتی تعلقات میں تحائف کو عزّت واحترام کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ سفیر، حریف، سیاسی طاقتوں کے درمیان بات چیت کے ذریعہ معاہدے اور تعلقات بنانے میں اہم تقریب انجام دیتے تھے۔ اس تناظر میں تحائف ایک اہم علامتی کردار

شکل 9.12
مغل عمامہ رکھنے کا باکس

ہوتے تھے۔ تھامس رو اس بات سے بہت افسردہ ہوا تھا کہ اس نے آصف خان کو جو انگوٹھی پیش کی تھی وہ اس نے اس لیے واپس کردی کہ اس کی قیمت صرف 400 روپے تھی۔

گفتگو کیجیے ......

مغلوں سے وابستہ کچھ رسوم اور معمولات پر عمل، کیا آج کے زمانے کے سیاسی لیڈر کرتے ہیں؟

7. شاہی گھرانہ

''حرم'' کی اصطلاح کا استعمال اکثر مغلوں کی گھریلو دنیا کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح فارسی لفظ ''حرام'' سے نکلی ہے جس کے معنی ہیں ''مقدّس مقام''۔ مغل گھرانہ، بادشاہ کی بیگمات اور خواص، ان کے قریبی اور دوُر کے رشتے دار (ماں، سوتیلی ماں اور رضاعی ماں، بہنیں، لڑکیاں، بہویں، خالہ، چچی، بچّے وغیرہ) خادماؤں اور کنیزوں (غلام) پر مشتمل ہوتا تھا۔ کثرت ازدواج (Polygamy) کا رواج برِصغیر ہند میں خاص طور پر حکمراں جماعتوں میں وسیع طور پر رائج تھا۔

راجپوت قوم اور ساتھ ہی ساتھ مغل، دونوں کے لیے شادی مضبوط سیاسی رشتے اور قومی اتحاد بنانے کا ایک طریقہ تھا۔ شادی میں لڑکی کو جاگیر بھی بطور تحفہ دی جاتی تھی۔ اس سے حکمراں جماعتوں کے درمیان درجہ بند رشتوں کا ایک تسلسل یقینی ہوجاتا تھا۔ یہ شادی کے رابطے اور اس کے نتیجے میں ارتقاء پذیر رشتوں کے سبب مغل قرابت داری وخونی رشتے کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کرنے کے قابل ہوسکے۔ جس سے اہم جماعتوں سے رابطے قائم کرنے اور ایک وسیع سلطنت کو بنائے رکھنے میں مدد ملی۔

مغل گھرانے میں شاہی اور طبقہ اشرافیہ سے آنے والی خواتین (بیگمات) اور دیگر خواتین (آغا) جو پیدائش طور پر اشراف نہیں تھیں، کے درمیان ایک امتیاز رکھا جاتا تھا۔ جہیز (مہر) کی شکل میں ایک بڑی نقد رقم اور قیمتی اشیاء لینے کے بعد شادی کر کے آئی بیگمات کو اپنے شوہروں سے فطری طور پر ''آغاؤں'' کے مقابلے میں اعلیٰ رتبہ اور زیادہ توجہ ملتی تھی۔ خانوادہ شاہی سے لاینفک طور پر وابستہ خواتین کی درجہ بندی میں خواص (''آغاچہ'' یا ''آغا'' سے کمتر) کو نچلا درجہ حاصل تھا۔ ان سب کو ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ اضافی طور پر ان کی حیثیت کے مطابق تحائف ملتے تھے۔ نسلی بنیاد پر مبنی خاندان کی ساخت پوری طرح مستحکم نہ تھی۔ آغاچہ کا درجہ اونچا ہوسکتا تھا لیکن یہ اس بات پر منحصر تھا کہ اگر شوہر کی خواہش ہو اور اس کے پاس پہلے سے چار بیویاں نہ ہوں تو آغا اور آغاچہ بھی بیگم کا اونچا درجہ حاصل کرسکتی تھیں۔ محبت اور ماں بننے کی قوّت ایسی خواتین کے درجہ وحیثیت کو قانونی شادی شدہ بیویوں کے درجے تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتی تھیں۔

شکل 9.13

فتح پور سیکری میں اندرونی کمرہ کا ایک حصہ

بیویوں کے علاوہ مغل گھرانے میں بہت سی خواتین و مرد غلام رہتے تھے۔ وہ دنیاوی کاموں سے لے کر مہارت، صلاحیت و ہوشیاری اور ذہانت سے مختلف قسم کے کاموں کو انجام دیتے تھے۔ غلام ''خواجہ سرا'' گھرانے کی اندرونی اور بیرونی زندگی میں محافظ، خادم اور کاروبار میں دلچسپی لینے والی خواتین کے ایجنٹ کی طرح کام کرتے تھے۔

مغل رانیوں اور شہزادیوں نے نور جہاں کے بعد، اہم مالیاتی وسائل پر کنٹرول رکھنا شروع کر دیا تھا۔ شاہجہاں کی بیٹیاں جہاں آراء، اور روشن آراء اکثر اعلیٰ شاہی منصب داریوں کے برابر سالانہ آمدنی سے لطف اندوز ہوتی تھیں۔ مزید برآں جہاں آراء کو سورت کی بندرگاہ، جو غیر ملکی تجارت کا نفع بخش مرکز تھی، سے محصول حاصل ہوتا تھا۔

◐ اس تصویر کے ہر حصے میں جن سرگرمیوں کو فنکار نے مصوّر کیا ہے ان کا تذکرہ کیجیے۔ مختلف لوگوں کے ذریعہ انجام دیے جا رہے کاموں کی بنیاد پر اس منظر کو بنانے والے شاہی ادارہ کے ممبران کی شناخت کیجیے۔

وسائل پر کنٹرول نے مغل گھرانے کی اہم خواتین کو عمارات اور باغات کی تعمیر کے اختیار کے قابل بنایا۔ جہاں آراء نے شاہجہان آباد (دہلی) کے کئی تعمیری منصوبوں میں حصہ لیا تھا۔ ان منصوبوں میں ایک مع صحن اور باغ کے دو منزلہ مرعوب کن کارواں سرائے بھی تھی۔ شاہجہان آباد کی دھڑکن چاندنی چوک کا بازار جہاں آرا کی دین ہے۔ گلبدن بیگم کے ذریعہ تحریر ''ہمایوں نامہ'' ایک دلچسپ کتاب ہے جو ہمیں مغلوں کی گھریلو دنیا کی ایک جھلک دکھاتی ہے۔ گلبدن بیگم بابر کی بیٹی، ہمایوں کی بہن اور اکبر کی پھوپھی تھی۔ گلبدن بیگم روانی سے ترکی اور فارسی میں لکھ سکتی تھی۔ جب اکبر نے ابوالفضل کو اپنے عہد کی تاریخ لکھنے کی ہدایت دی تو اس نے اپنی پھوپھی سے بابر اور ہمایوں کے وقت کی اپنی آپ بیتی لکھنے کی درخواست کی تا کہ ابوالفضل اس سے اپنی تاریخ کے لیے مواد اکٹھا کر سکے۔

گلبدن نے جو تحریر کیا وہ مغل بادشاہوں کی مدح سرائی نہ تھی بلکہ اس نے شہزادوں اور بادشاہوں کے درمیان ہونے والے تنازع اور تناؤ کے ساتھ ہی ان میں سے کچھ ٹکراؤ / تنازعات کو حل کرنے میں خاندان کی عمر رسیدہ خواتین کے اہم کردار کے متعلق بھی بڑی تفصیل سے تحریر کیا تھا۔

شکل 9.14
فتح پور سیکری میں شہزادہ سلیم کی پیدائش ۔اکبر نامہ، رام داس کے ذریعہ مصوّر کی گئی تصویر۔

8. شاہی افسران

8.1 بھرتی کا عمل اور عہدہ

مغل تاریخیں خاص طور پر ''اکبر نامہ'' نے سلطنت کی ایسی تصویر میراث کے طور پر چھوڑی ہے جس میں بلا شرکت غیر بادشاہ کی خودمختاری اور وراثت کی منتقلی کی وصیت بادشاہ کے ہاتھوں میں تھی جب کہ باقی پوری سلطنت بادشاہ کے فرمان پر عمل پیرا ہونے کا نمونہ تھی۔ تاہم مغل ریاست کے آلات کے متعلق ان تاریخوں میں دستیاب سیر حاصل اطّلاعات کو اگر ہم باریکی سے دیکھیں تو ہم ان طریقوں کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے جن سے مختلف اداروں پر منحصر شاہی تنظیم مئوثر طریقے سے کام کرنے کے قابل ہوئی۔ مغل ریاست کا ایک اہم ستون اس کے افسران کا دستہ تھا جس کو مئورخین اجماعتی طور پر ''امراء طبقہ'' کا نام دیتے ہیں۔

''امراء طبقہ'' میں بھرتی (داخلہ) مختلف نسلی اور مذہبی جماعتوں سے کی جاتی تھی۔ اس سے یہ یقینی ہو جاتا تھا کہ کوئی بھی جماعت یا گروہ اتنا بڑا نہ ہو کہ وہ ریاست کے اقتدار کو للکار سکے۔ مغلوں کے افسران کا دستہ کو ''پھولوں کا گلدستہ'' کے بطور بیان کیا گیا ہے۔ جو وفاداری کے ساتھ بادشاہ کے تابع تھا۔ سیاسی قلمرو (سلطنت) کی شبیہ تیار کرنے کے ابتدائی مرحلے سے ہی تورانی اور ایرانی امرا اکبر کی شاہی خدمات میں موجود تھے۔ اس میں سے کچھ ہمایوں کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔ کچھ دیگر نے بعد میں مغل دربار کی طرف ہجرت کی تھی۔

مغل طبقہ امرا

چندر بھان برہمن نے اپنی کتاب ''چہار چمن'' جو شاہ جہاں کے دورِ حکومت کے زمانے میں تحریر کی گئی، میں مغل طبقہ امرا کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

مختلف نسلوں (عربی، ایرانی، ترکی، کرُد، تاتاری، روسی اے بیسنائی وغیرہ) اور مختلف ملکوں (ترُکی، مصر، شام، عراق، عرب، ایران، خراسان، توران) کے افراد فی الحقیقت تمام ساجوں سے مختلف گروہ اور درجات کے لوگوں کو شاہی دربار میں جائے پناہ حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ ہندوستان میں مختلف گروہ، علم و مہارت سے بھرپور افراد، ساتھ ہی ساتھ جنگجو، مثال کے طور پر بخاری اور بھکری، صحیح النسل سید، امراء اسلاف کے شیخ زادے، افغان قبائل جیسے لودی، روہلّہ یوسف زئی اور رانا، راجا، راؤ اور رایان یعنی راٹھور۔ سسودیا، کچھواہا، ہاڈا، گوڑ، چوہان، پنوار، بھدوریا، سولنکی، بندیلہ، شیخاوت جیسے ناموں سے مخاطب کی جانے والی راجپوت ذاتیں اور گھگر، کھرکھر، بلوچی اور دیگر سبھی ہندوستانی قبائل جو تلوار ہاتھوں میں لیتی تھیں وہ 100 سے 7000 ذات کے منصب، گھاس کے میدانوں اور پہاڑوں سے مالکانِ زمین، کرناٹک، بنگال، آسام، ادے پور، سرینگر، کماؤں، تبّت اور کشتواڑ وغیرہ علاقوں سے سارے قبائل اور گروہوں کو شاہی دربار کا آستانہ چومنے کا حق تھا۔ یعنی دربار میں حاضر ہونے یا ملازمت حاصل کرنے کا حق تھا۔

1560 سے آگے ہندوستانی اصل کے دو حکمراں گروہ راجپوت اور ہندوستانی مسلمان (شیخ زادے) شاہی خدمات میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے راجپوت سردار امبر کے راجہ بھارامل کچھواہا شاہی خدمات کا رکن بنا جس کی بیٹی کی اکبر سے شادی ہوئی تھی۔ تعلیم اور محاسبی کی طرف راغب ہندو ذاتوں کے ممبران کو بھی ترقی دی جاتی تھی۔ اس کی مشہور مثال اکبر کے وزیر مالیات راجہ ٹوڈرمل کی ہے جو کھتری ذات سے تعلق رکھتا تھا۔

جہانگیر عہد میں ایرانیوں کو اعلیٰ عہدے حاصل ہوئے۔ جس کی سیاسی طور پر بااثر ملکہ نور جہاں (م1645) ایک ایرانی تھی۔ اورنگ زیب نے راجپوتوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ اس عہدے میں افسران کے مجموعے میں مراٹھا بڑی تعداد میں تھے۔

تمام سرکاری محکموں کے عہدیداران ایک درجہ (منصب) رکھتے تھے جو دو اعدادی عہدے: ''ذات'' شاہی درجہ بندی میں افسر (منصب دار) کی حیثیت اور تنخواہ کی مظہر تھی اور ''سوار'' یہ ظاہر کرتا تھا کہ اسے خدمت میں کتنی تعداد میں گھوڑ سواروں کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ سترہویں صدی میں 10,00 یا اس سے اوپر ذات والے منصب داروں کو ''امراء'' (جو امیر کی جمع ہے) کہا جاتا تھا۔

فوجی مہمات میں امراء اپنی فوج کے ساتھ شرکت کرتے تھے اور صوبہ جات میں وہ سلطنت کے ایک افسر کی حیثیت سے بھی کام کرتے تھے۔ ہر فوجی کمانڈر گھوڑ سواروں کو بھرتی کرتا تھا انھیں ہتھیاروں سے لیس کرتا اور انھیں تربیت دیتا تھا۔ گھوڑ سوار فوج، مغل فوج کی نمایاں طاقت تھی۔ گھوڑ سوار سپاہی شاہی نشان (داغ) سے ایک پہلو پر داغے گئے اعلیٰ نسل کے گھوڑے رکھتا تھا، نچلے درجے کے افسران کو چھوڑ کر بادشاہ ذاتی طور پر سبھی افسران کے درجوں، خطابات اور سرکاری تقرری کی تبدیلیوں پر نظر ثانی کرتا تھا۔ اکبر جس نے منصب داری نظام کو بنایا تھا۔، نے اپنے طبقۂ امراء کے منتخب جتھے سے ''مرید'' کی طرح سلوک کرتے ہوئے ان کے ساتھ روحانی رشتے بھی قائم کیے تھے۔

طبقہ امرا کے ممبران کے لیے شاہی خدمت، طاقت، اور ممکنہ اعلیٰ نیک نامی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھی۔ خدمت میں آنے کا خواہش مند شخص ایک امیر کے ذریعہ درخواست دیتا تھا جو بادشاہ کے سامنے تجویز پیش کرتا تھا۔ اگر درخواست کنندہ کو قابل پایا جاتا تھا تو اس کو منصب عطا کر دیا جاتا تھا۔ میر بخش (افسرِ خزانہ) کھلے دربار میں بادشاہ کے دائیں جانب کھڑا ہوتا تھا اور تقرری یا ترقی کے سبھی امیدواروں کو پیش کرتا تھا جبکہ اس کا دفتر، اس کی مہر و دستخط کے ساتھ بادشاہ کی مہر و دستخط والے احکامات تیار کرتا تھا۔ مرکز میں دو دیگر اہم وزیر ''دیوان اعلیٰ''

ماخذ 3

امرا دربار میں

اکبر کے دربار میں مقیم یسوعی پادری فادر اینٹونیو مانسریٹ اطلاع دیتا ہے:

> اقتدار کے بلا مقابلہ میں لطف اندوزی کے سبب گستاخ اعلیٰ امیروں کو روکنے کے لیے بادشاہ انھیں دربار میں طلب کرتا اور انھیں اس طرح فرمان جاری کرتا جیسے وہ اس کے غلام ہوں۔ ان احکامات کی تعمیل ان امرا کے بلند مرتبے اور عظمت سے بمشکل میل نہیں کھاتی۔

فادر مانسریٹ کے مشاہدات یا بادشاہ اور اس کے افسران کے درمیان رشتوں کے متعلق کیا خیال ظاہر کرتے ہیں؟

تجویز ایک درخواست تھی جو ایک امیر کے ذریعہ بادشاہ کے سامنے پیش کی جاتی تھی جس میں کسی درخواست کنندہ کی ایک منصب دار کے طور پر تقرر کرنے کی سفارش کی جاتی تھی۔

(وزیرخزانہ اور'' صدرالصدور''(وزیر برائے عطیات یا مددِ معاش ججوں یا قاضیوں کی تقرّری کرنے کا نگراں) تھے۔ یہ تینوں وزیر کبھی کبھی مجموعی طور پر ایک مشاورتی جماعت کے طور پر بھی کام کرتے تھے لیکن یہ ایک دوسرے سے آزاد ہوتے تھے۔ اکبر نے ان اور دیگر مشیروں کے ساتھ مل کر سلطنت کے نظم ونسق، مالیات اور نظام زر کے اداروں کو ایک شکل دی تھی۔

دربار میں مقیم (تعینات رکاب) امراء ایک محفوظ طاقت تھی جن کو کسی بھی صوبہ میں یا فوجی امور پر مامور کیا جا سکتا تھا۔ یہ روزانہ دو دفعہ صبح وشام دیوانِ عام میں بادشاہ کو ''تسلیمات'' بجالانے کے لیے فرض منصبی سے بندھے تھے۔ بادشاہ اوراس کے گھرانے کی حفاظت کی ذمّے داری بھی ان کے سر تھی۔

8.2. اطلاع اورحکومت

صحیح اور تفصیلی دستاویزات رکھنا مغل انتظامیہ کی ایک اہم ذمے داری۔ میر بخش درباری محرّروں (وقائع نویس) کی جماعت کی نگرانی کرتا تھا۔ جو دربار میں پیش ہونے والی تمام درخواستوں اور دستاویزوں اور سبھی احکامات (فرامین) کا اندراج کرتا تھا۔ مزید برآں امراء اور علاقائی حکمراں کے نمائندے (وکیل) دربار کی مجلسوں (پہر) کی تاریخ اور وقت کے ساتھ'' رفیع الشان دربار سے خبریں'' (اخبارات دربار معلیٰ) کے عنوان کے تحت دربار کی مکمل روداد کا اندراج کرتے تھے۔ اخبارات ہر قسم کی اطّلاعات جیسے دربار میں حاضری، عہدے اور خطابات کا عطا کرنا، سیاسی سفارت، تحائف کی قبولیت یا کسی افسر کی صحت کے متعلق بادشاہ کے ذریعہ دریافت حال پر مشتمل ہیں۔ بادشاہوں اور طبقۂ امراء کی ذاتی اور عوامی زندگی کی تاریخ لکھنے کے لیے یہ اطلاعات بڑی قیمتی ہیں۔

خبروں کی روداد اور اہم سرکاری دستاویزات شاہی ڈاک کے ذریعہ مغل حکومت کے علاقوں کے طول وعرض میں سفر کرتے تھے۔ بانس کے خول (چیز دان) میں لپٹ کر رکھے گئے کاغذات کو لے کر ڈاک چوکی کے ہرکارے (قاصد یا پیٹھ مار) دن رات دوڑتے رہتے تھے۔ حتّٰی کہ کافی دور واقع صوبائی راجدھانیوں سے بھی روداد (رپورٹ) بادشاہ کو کچھ ہی دن میں مل جاتی تھیں۔ راجدھانی سے باہر تعینات امرا کے نمائندے یا راجپوت شہزادوں اور باج گذار حکمراں، سبھی مستقل مزاجی سے ان اعلانات کی نقل تیار کرتے تھے اور پیامبر کے ذریعہ اپنے مواد مضمون کو اپنے آقاؤں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ عوامی خبروں کے لیے پوری سلطنت حیرت انگیز طور پر تیز اطلاعات کے حلقے سے مربوط تھی۔

8.3 مرکز سے دور: صوبائی نظم ونسق

مرکز میں قائم امور کو صوبوں میں دوہرایا گیا تھا۔ جہاں مرکز کی طرح وزیروں کے جیسے ماتحت (دیوان، بخش اور صدر) ہوتے تھے۔صوبائی نظم ونسق کا سربراہ گورنر (صوبہ دار) رہتا تھا جو راست طور پر بادشاہ کو روداد (رپورٹ) پیش کرتا تھا۔

ہر صوبہ کئی ''سرکاروں'' میں منقسم ہوتا تھا اکثر فوجدار کے حاکمانہ اختیار کے ساتھ گھری ہوئی تھیں۔جو گھوڑسوار فوجی رسالوں اور بندوقچیوں کے ساتھ ان اضلاع میں ہوتے تھے۔پرگنہ کی سطح پر مقامی نظم ونسق کی دیکھ بھال کی ذمّہ داری تین نیم موروثی افسرانِ قانون گو (مالگذاری دستاویزات کا محافظ)، چودھری (مال گذاری جمع کرنے کا نگراں) اور قاضی پر تھی۔

نظم ونسق کے ہر شعبہ کی کفالت کے لیے مددگار منشیوں، محاسب، آڈیٹر، پیامبر اور دیگر کارکنان کی ایک بڑی جماعت ہوتی تھی۔ جو تکنیکی اعتبار سے صاحب استعداد افسران تھے۔ یہ معیاری اصولوں اور طریقہ کار کے مطابق امور انجام دیتے تھے اور تحریری احکامات و دستاویزات کی نقول تیار کرتے تھے۔ پوری مملکت میں فارسی نظم ونسق کی زبان بن گئی تھی۔لیکن دیہی حساب کتاب کے لیے مقامی زبانوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔

مغل مؤرخین نے عموماً بادشاہ اور اس کے دربار کی دیہی سطح تک مکمل نظم ونسق کے آلات کو کنٹرول کرتے ہوئے تصویر کشی کی ہے۔تاہم جیسا کہ آپ نے دیکھا (باب 8) اس عمل کا تناؤ سے آزاد رہنا ایک مشکل امر ہوسکتا تھا۔مقامی مالکان اراضی اور مغل بادشاہ کے نمائندوں کے درمیان رشتے کئی دفعہ اقتدار اور وسائل کے حصے کو لے کر تنازع کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ زمیندار اکثر ریاست کے خلاف کسانوں کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے تھے۔

گفتگو کیجیے ....

باب 8 کے سیکشن 2 کو پھر سے پڑھیے اور بحث کیجیے کہ گاؤں میں بادشاہ کی موجودگی کو کس حد تک محسوس کیا گیا ہوگا۔

9. سرحدوں کے اُس پار

وقائع کے مصنّفین نے مغل بادشاہوں کے ذریعہ اختیار کیے گئے بہت سے شاندار و رعب دار القابات وخطابات کی فہرست دی ہے۔ یہ بشمول شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) جیسے عام القاب وخطاب یا جہانگیر (کُل عالَم پر تصرّف کرنے والا) یا شاہجہاں (عالَم کا بادشاہ) جیسے انفرادی طور پر بادشاہوں کے ذریعہ تختِ شاہی کے وقار کو بلند کرنے کے لیے مخصوص القابات اختیار کیے۔ مغل بادشاہوں کے بے مقابلہ علاقے اور سیاسی کنٹرول کے دعوؤں کو دہرانے کے لیے مؤرخین اکثر ان القابات اور ان کے معانی و مفاہیم اخذ کرتے ہیں۔ تاہم یہی ہم عصر تاریخیں پڑوسی سیاسی طاقتوں کے ساتھ سفارتی تعلقات اور تنازع کے تذکرے مہیا کراتی ہیں۔ یہ مقابلہ جاتی علاقائی مفادات سے پیدا کچھ تناؤ اور سیاسی مقابلہ آرائی پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔

شکل 9.15
قندھار کا محاصرہ

9.1 صفوی اور قندھار

مغل بادشاہوں اور ایران اور توران کے پڑوسی ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات، افغانستان کو ایران اور وسط ایشیا کے علاقوں سے علیحدہ کرنے والے کوہ ہندوکشُ کی معین سرحدوں کے قبضے پر مبنی تھے۔ برصغیر ہند میں آنے کے طالب سبھی فاتحین کو شمالی ہندوستان تک پہنچنے کے لیے ہندوکُش کو پار کرنا پڑتا تھا۔ مغل پالیسی کا مستقل مقصد یہ تھا کہ جنگی اہمیت کی چوکیوں خاص طور پر کابل اور قندھار پر قبضے کے ذریعہ اس امکانی خطرے سے حفاظت کی جا سکے۔

صفویوں اور مغلوں کے درمیان قندھار تنازعہ کا سبب تھا۔ قلعہ بند شہر ابتدا میں ہمایوں کے قبضے میں تھا جس کو 1595 میں

شکل 9.16
جہانگیر کا خواب

اس تصویر کے کتبے میں مندرج ہے کہ جہانگیر نے حال ہی میں دیکھے ایک خواب کی تصویر کشی کے لئے ابوالحسن کو ہدایت دی۔ ابوالحسن نے اس منظر میں دو حکمرانوں جہانگیر اور شاہ عباس صفوی کو دوستانہ محبت سے ہم آغوش ہوتے ہوئے مصوّر کیا ہے۔ دونوں بادشاہوں کی تصویر کشی ان کے روایتی لباس میں کی گئی ہے۔ شاہ کی تصویر 1613 میں مغل سفارت کے ساتھ ایران گئے بشن کے ذریعہ بنائی گئی تصویر پر مبنی ہے۔ یہ منظر جو افسانوی ہے کیونکہ دونوں حکمرانوں کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہ منظر ایک طرح کی معتبریت دیتا ہے۔

اس تصویر کو غور سے دیکھیے۔ اس میں جہانگیر اور شاہ عباس کے تعلقات کو کس طرح دکھایا گیا؟ ان کی جسمانی ساخت اور طرز، ادا و انداز کا موازنہ کیجیے؟ یہاں جانور کس کے قائم مقام ہیں؟ اس میں نقشہ کیا خیال ظاہر کرتا ہے؟

اکبر نے دوبارہ فتح کیا تھا۔ اگرچہ صفوی دربار نے مغلوں کے ساتھ سفارتی رشتے قائم رکھے لیکن صفویوں نے مسلسل قندھار پر یہ مضبوط دعویٰ بنائے رکھا۔ 1613 میں جہانگیر نے شاہ عباس کے دربار میں قندھار کو مغلوں کے قبضے میں بنے رہنے کی وکالت کرنے کے لیے ایک سفارت بھیجی لیکن یہ سفارت ناکام رہی۔ 1622 کے موسمِ سرما میں ایک ایرانی فوج نے قندھار کا محاصرہ کرلیا۔ معمولی تیاری والی مغل محافظ فوج کو شکست ہوئی اور اسے قلعہ اور شہر صفویوں کے حوالے کرنا پڑا۔

9.2 عثمانی سلطنت: زیارت (حج) اور تجارت

مغلوں اور عثمانیوں کے درمیان تعلقات اس تشویش پر تھے کہ عثمانیوں کے کنٹرول والے علاقوں میں حجّاج اور تاجروں کی آزادانہ نقل و حرکت کو یقینی بنا سکیں۔ یہ حجاز کے لیے خاص طور پر صحیح تھا جو عثمانی عرب کا حصہ تھا۔ جہاں مکہ اور مدینہ کے اہم زیارتی مرکز واقع تھے۔ مغل بادشاہ عموماً بحیرۂ احمر کی بندرگاہوں عدن اور موکھا کو جاری قیمتی تجارتی سامان برآمد کرنے اور ان کی فروخت کے بعد حاصل رقم کو یہاں کی زیارت گاہوں کے متولّیوں اور مذہبی افراد میں تقسیم کرنے کے ذریعہ تجارت کو باہم ملایا کرتے تھے۔ تاہم جب اورنگ زیب کو عرب بھیجی جانے والی

رقوم کے خرد بردوغبن کا انکشاف ہوا تو اس نے ہندوستان میں ان کو تقسیم کرنے کو پسند کیا۔ اس کا خیال تھا کہ ''یہ بھی ایسا ہی خدا کا گھر ہے جیسا کہ مکّہ۔''

9.3 مغل دربار میں عیسائی

یوروپ کو ہندوستان کے متعلق جانکاری یسوعی مبلغوں (مشنری)، سیّاحوں، تاجروں اور سفارت کاروں کے تذکروں کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ یوروپی مصنفین کے ذریعہ مغل دربار کے متعلق یسوعی تذکرے سب سے ابتدائی تاثرات ہیں۔

پندرہویں صدی کے آخر میں ہندوستان تک ایک سیدھے راستے کی دریافت کی پیروی کرتے ہوئے پرتگالی تاجروں نے ساحلی شہروں میں تجارتی مراکز کا ایک نیٹ ورک قائم کیا تھا۔ پرتگالی بادشاہ بھی سوسائٹی آف جیسی (یسوع) کے مبلّغین کی مدد سے عیسائیت کی اشاعت وتوسیع میں دلچسپی رکھتا تھا۔ سولہویں صدی کے دوران ہندوستان آنے والے عیسائی وفد تجارت اور سلطنت کی تعمیر کے طریقۂ عمل کا ایک حصہ تھے۔

اکبر عیسائیت کی بابت جاننے کا مشتاق تھا اور اس نے عیسائی پادریوں کو مدعو کرنے کے لیے سفارت کار گوا بھیجے تھے۔ پہلا عیسائی وفد 1580 میں فتح پور سیکری کے مغل دربار میں پہنچا۔ یہ تقریباً دو سال تک مقیم رہا۔ ان یسوعی لوگوں نے عیسائیت کے متعلق اکبر سے تبادلۂ خیال کیا اور اس کی خوبیوں کے ضمن میں علما سے بحث ومباحثہ کیا۔ 1591 اور 1595 میں دو اور عیسائی وفد لاہور کے مغل دربار میں بھیجے گئے۔

یسوعی تذکرے ذاتی مشاہدات پر مبنی تھے اور بادشاہ کے ذہن وکردار پر گہری روشنی ڈالتے ہیں۔ عوامی مجلسوں میں عیسائیوں کو اکبر کے تخت کے کافی نزدیک جگہ دی جاتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ مہمات پر جاتے تھے اس کے بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اور اکثر فرصت کے اوقات میں وہ اس کے ہم نشین ہوتے تھے۔ یسوعی تذکرے مغل عہد کے سرکاری افسران اور زندگی کے عام حالات کے متعلق فارسی تواریخ میں دی گئی اطلاعات کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

ماخذ 4

قابلِ رسائی بادشاہ

مانسریٹ، جو پہلے یسوعی وفد کا ایک ممبر تھا، اپنے تجربات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

یہ مبالغہ آرائی کرنا مشکل ہے کہ وہ (اکبر) کیسے اپنے آپ کو ان لوگوں کے لیے قابلِ رسائی بناتا ہے جو باریابی کے خواہش مند ہیں۔ تقریباً روزانہ وہ ایسا موقع پیدا کر لیتا ہے کہ کوئی بھی عام شخص یا امرا اس سے ملاقات کر پائیں اور اس کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔ اس سے جو بھی گفتگو کرنے آتا ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ ان سبھی کے تئیں سخت گیر نہ ہو کر خود کو خوش گوار خوش خلق ظاہر کرے۔ یہ بڑی قابل توجہ بات ہے کہ وہ کیسے اپنی خوش اخلاقی سے رعایا کو اپنا ہمنوا بنالیتا تھا۔

اس بیان کا ماخذ 2 کے ساتھ موازنہ کیجیے۔

گفتگو کیجیے ....

وہ کون سے قابلِ لحاظ امور تھے جنھوں نے مغل حکمرانوں اور ان کے ہم عصروں کے ساتھ روابط کو ایک معیّن شکل دی تھی؟

10. مذہبی استدلال پر بے اطمینان

اکبر کی طرف سے عیسائی وفد کے ممبران کے تئیں جس اعلیٰ احترام کا مظاہرہ کیا گیا تھا اس سے وہ شدت سے متاثر ہوئے۔ عیسائی مذہب کے اصول و تعلیمات میں بادشاہ کی ظاہری دلچسپی کی تشریح و ترجمانی انھوں نے اپنے عقیدے میں بادشاہ کی قبولیت کی علامت کے طور پر کی۔ اس بات کو مغربی یوروپ میں رائج مذہبی تعصب و عدم رواداری کے ماحول کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔ مانسریٹ نے رائے زنی کی ہے کہ ''بادشاہ نے اس بات کی معمولی فکر کی کہ ہر شخص کو اس کے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی آزادی دے دی جائے در حقیقت اس نے سب کے تقدس کو پامال کیا تھا۔''

مذہبی علوم سے آگاہی کے لیے اکبر نے فتح پور سیکری کے ''عبادت خانہ'' میں مسلم، ہندو، جین، پارسی اور عیسائی علما کے درمیان بین عقائد بحث و مباحثہ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ دوسرے مذہب کے عالموں سے مذہب سے متعلق استفسار نے اکبر کی معلومات کو تقویت دی اور وہ بڑی تیزی سے راسخ العقیدہ اسلامی طور طریقے سے دور ہوتا گیا اور اپنے خود ساختہ مذہب غیر جانب دار (اصطافیت پسند) سے جڑتا گیا جس کی مرکوزیت سورج اور آگ کی طرف تھی۔

ہم نے دیکھا کہ اکبر اور ابوالفضل نے روشنی کا فلسفہ خلق کیا تھا اور بادشاہ کی شبیہ اور ریاست کے نظریات کو ایک شکل دینے میں اس کا استعمال کیا۔ اس میں اپنی الوہی خصوصیات کے سبب فرد اپنے لوگوں پر بڑی اور دشمنوں پر حاوی رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

شکل 9.17

دربار میں مذہبی بحث و مباحثہ، پادری ایکواپوا پہلے جیسوئٹ و فد کا سربراہ تھا۔ اس کا نام تصویر کے اوپری حصے پر تحریر ہے۔

حرم میں آتش پرستی (ہوم)

یہ اقتباس عبدالقادر بدایونی کی کتاب ''منتخب التواریخ'' سے لیا گیا ہے۔ بدایونی ایک مذہبی عالم اور درباری تھا جس نے آجر (مالک) کی تنقید کی تھی اور جو اپنی کتاب کے مواد کو منظرِ عام پر نہیں لانا چاہتا تھا:

''نوجوانی کی ابتدا سے ہی بادشاہ سلامت اپنی بیویوں یعنی ہند کے راجاؤں کی بیٹیوں کی خاطر و تواضع میں حرم میں ہی پارسیوں کی طرح عبادت کر رہے تھے۔ یہ ایک ایسی ظاہری مذہبی رسم ہے جو آگ کی عبادت (آتش پرستی) سے اخذ کی گئی ہے۔ لیکن اپنے پچیسویں سن جلوس (1578) کے نئے سال پر اس نے عوامی طور پر سورج اور آگ کو سجدہ کیا۔ شام میں چراغ اور موم بتیوں کے روشن کیے جانے پر پورے دربار کو مؤدبانہ اٹھ کر کھڑا ہونا پڑتا تھا۔''

یہ تصوّرات وخیالات درباری مؤرخین کے تناظر کے ساتھ ہم آہنگی رکھتے ہیں جو ہم کو ان طریق کو ایک شاہی ساخت کے اندر جذب کر سکے۔ یہاں تک کہ یہ شاہی خاندان برصغیر ہند میں ڈیڑھ سو سال تک مسلسل اپنی جائز حکمرانی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ باوجود مغل سلطنت کے جغرافیائی پھیلاؤ اور متعدد طور پر کم ہوتے سیاسی کنٹرول کے، یہ مشق جاری رہی تھی۔

شکل 9.18
ایران کے مہاجر فنکاروں کے ذریعہ ملتان کے ایک مقبرے سے لائی گئیں نیلی ٹائلیں.

ٹائم لائن
کچھ اہم مغل وقائع اور سوانح حیات

تقریباً 1530	ترکی زبان میں تحریر تزک بابری، بابر کی خودنوشت تزک بابری کے قلمی نسخے کو ایک طوفان سے بچانے کے بعد اسے تیموریوں کے خاندانی (قلمی نسخوں کے) ذخیرے کا حصہ بنایا جانا۔
تقریباً 1587	گلبدن بیگم نے ''ہمایوں نامہ'' تحریر کرنے کی ابتدا کی۔
1589	بابر کی خودنوشت (تزک بابری) کا ''بابرنامہ'' کے نام سے فارسی میں ترجمہ
1589-1602	ابوالفضل کے ذریعہ ''اکبرنامہ'' پر کام کرنا۔
1605-22	جہانگیر نے ''جہانگیرنامہ'' کے نام سے اپنی سوانح عمری لکھنا۔
1639-47	لاہوری نے ''بادشاہ نامہ'' کے دو دفتروں (جلدوں) کی تصنیف کی۔
تقریباً 1650	محمد وارث نے شاہجہاں کے عہدِ حکومت کی تیسری دہائی کے وقائع تحریر کرنے کا آغاز کیا۔
1668	محمد کاظم نے اورنگ زیب کے عہد حکومت کے پہلے دس سال کی تاریخ ''عالمگیرنامہ'' کی تدوین کی۔

100 - 150 لفظوں میں جواب دیجیے۔

1 - مغل دربار میں قلمی نسخے تیار کرنے کے عمل کو بیان کیجیے۔

2 - مغل دربار سے وابستہ روزمرّہ کے معمولات اور خاص جشنوں نے کس طریقے سے بادشاہ کے اقتدار کے شعور کو ذہن نشین کرایا ہوگا؟

3 - مغلیہ سلطنت میں شاہی گھرانے کی خواتین کے ذریعہ ادا کیے گئے کردار کا تجزیہ کیجیے۔

4 - وہ کون سے معاملات تھے جنھوں نے برّصغیر ہند کے باہری علاقوں کے تئیں مغل پالیسوں اور رویّوں کو ایک متعین شکل دی تھی؟

5 - مغل صوبائی نظم ونسق کی اہم خصوصیات پر بحث کیجیے۔ مرکز کس طرح سے صوبوں پر کنٹرول رکھتا تھا۔

مندرجہ ذیل پر ایک مختصر مضمون (تقریباً 250 سے 300 الفاظ پر مشتمل) لکھیے۔

6 - مثالوں کے ساتھ مغل وقائع کی ممتاز خصوصیات پر بحث کیجیے۔

7 - اس باب میں پیش کیا گیا تصویری مواد آپ کے خیال میں کس حد تک ابوالفضل کے ذریعہ دی گئی ''تصویر'' (ماخذ 1) کے بیان سے مطابقت رکھتا ہے؟

8 - مغل طبقہ امرا کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں؟ بادشاہ کے ساتھ ان کے رشتے کس طرح بنے تھے؟

9 - مغل بادشاہت کے خون کے رشتے کو بنانے والے عناصر کی شناخت کیجیے۔

نقشے کا کام

10- دنیا کے نقشے پر ان علاقوں کو دکھایئے جن کے ساتھ مغلوں کے سیاسی اور ثقافتی تعلقات تھے۔

شکل 9.19
بہت سے قلمی نسخے چڑیوں کی تصاویر کے حامل تھے.

پروجیکٹ (کوئی ایک)

11- کسی مغل وقائع کے متعلق مزید معلومات کا سراغ لگائیے۔اس کے مصنف، زبان، طرز اور مواد کے متعلق بیان کرتے ہوئے ایک رپورٹ تیار کیجیے۔آپ کے ذریعہ منتخب بادشاہ کی طاقت کو ظاہر کرنے والے مظاہر پر مرکوز، تاریخ کی تشریح کے لیے استعمال کی گئی کم از کم دو تصاویر کا تذکرہ کیجیے۔

12-حکمرانی کے معیارات، درباری رسوم اور شاہی خدمات میں بھرتی کے ذرائع پر مرکوز ان یکسانیت اور اختلافات پر روشنی ڈالتے ہوئے مغل دربار کے ساتھ موجودہ دور کے سرکاری نظام کا موازنہ کیجیے جنھوں نے آپ کی توجہ مبذول کی۔

شکل 9.20
ایک مغل پینٹنگ جس میں گلھریوں کو درخت کے اوپر دکھایا گیا ھے

مزید معلومات کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کیجیے:

بیمر گیس کوگنے، 1971
The Great Mughals
جوناتھن کیپ لمیٹیڈ، لندن

شیریں موسوی، 2006(طبع جدید)
Episodes in the Life of Akbar
نیشنل بک ٹرسٹ، نئی دہلی

ہربنس مکھیا، 2004
The Mughals of India
بلیک ویل، آکسفورڈ

جون ایف رچرڈس، 1996
The Mughal Empire
(دی نیو کیمبرج ہسٹری آف انڈیا، جلد اول)
کیمبرج یونیورسٹی پریس، کیمبرج

اینی میری شیمیل، 2005
The Empire of Great Mughals: History, Art and Culture
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، نئی دہلی

مزید معلومات کے لیے آپ ویب سائٹ پر رابطہ کرسکتے ہیں:
www.mughalgardens.org

تصاویر کے لیے شکریہ

موضوع 5

شکل Ritu Topa : 5.1

شکل Henri Stierlin, *The Cultural History of the Arabs;* Aurum Press, London, 1981. : 5.2

شکل FICCI, *Footprints of Enterpries Indian Business Through the Ages*, Oxford University Press New Delhi, 1999. : 5.4, 5.13

شکل Calcutta Art Gallery, Printed in E.B. Havell, *The Art Heritage of India,* D.B. Taraporevala Sons & Co., Bombay, 1964, : 5.5

شکل Bamber Gascoigne, *The Great Moghuls,* Jonathan Cape Ltd. London, 1971. : 5.6, 5.7, 5.12

شکل Sunil kumar. : 5.8, 5.9

شکل Rosemary Crill, Indian Ikat Textiles, Weatherhill, London, 1998. : 5.10

شکل C.A. Bayly (ed). *An Illustrated History of Modern india;* 1600-1947, Oxford University Press, Bombay, 1991. : 5.11, 5.14

موضوع 6

شکل Susan L. Huntington, *The Art of Ancient India,* Weatherhill, New York, 1993. : 6.1

شکل Jim Masselos, Jackie Menzies and Pratapaditya Pal, *Dancing to the Flute: Music and Dance in Indian Art, The Art Gallery of New South Wales,* Sydney, Australia 1997. : 6.3, 6.17

شکل Benjamin Rowland, The Art and Architecture of India, Penguin, Harmondsworth, 1970. : 6.4, 6.5

شکل Henri Stierlin, *The Cultural History of the Arabs;* Aurum Press, London, 1981. : 6.6

شکل http://www.us.iis.ac.uk/view_article.asp/ContentI D=104228 : 6.8

شکل http://www.thekkepuram. ourfamily.com/miskal.htm : 6.9

شکل http:// a-bangladesh.com/ banglapedia/Images/A_0350A.JPG : 6.10

شکل foziaqazi@kashmirvision.com : 6.11

شکل 6.12 : Stuart Cary Walch, *Indian Art and Culture* 1300-1900, The Metropolitan Museum of Art, New York 1985.

شکل 6.13 : Bamber Gascoigne, *The Great Moghuls,* Jonathan Cape Ltd. London,1971.

شکل 6.15 : CCRT.

شکل 6.16 : C.A. Bayly (ed). *An Illustrated History of Modern India,* 1600-1947, Oxford University Press, Bombay,1991.

شکل 6.18 : Ahmad Nabi Khan, *Islamic Architecture in Pakistan,* National Hijra Council, Islamabad,1990.

موضوع 7

شکل 7.1, 7.11, 7.12, 7.14, 7.15, 7.16, 7.18 : Vasundhara Filliozat and George Michell (eds), *The Splendours of Vijayanagara*, Marg Publications, Bombay, 1981.

شکل 7.2 : C.A. Bayly (ed). *An Illustrated History of Modern India;* 1600-1947, Oxford University Press, Bombay, 1991.

شکل 7.3 : Susan L. Huntington, The Art of Ancient, India, Weatherhill, New York,1993.

شکل 7.4,7.6, 7.7, 7.20, 7.23, 7.26, 7.27, 7.32 Greorge Michell, *Architecture and Art of South India,* Cambridge University Press, Cambridge, 1995.

شکل 7.5, 7.8, 7.9, 7.21 http://www.museum.upenn.edu/new/research/Exp_Rese_Disc/Asia/vrp/HTMLVijay_Hist.shtml

شکل 7.10 : Catherine B. Asher and Cynthia Talbot. *India Before Europe,* Cambridge University Press, Cambridge, 2006.

شکل 7.17, 7.22, 7.24, 7.28, 7.29, 7.30, 7.31, 7.33 George Michell and M.B. Wagoner, Vijayanagara: Architectural Inventory of teh Sacred Centre, Munshiram Manoharlal, New Delhi.

شکل 7.25 : CCRT

موضوع 8

شکل 8.1, 8.9 : Milo Cleveland Beach and Ebba Koch, King of the worl, Sckler Gallery, New york,1997.

شکل : 8.3 India Office Library, printed in C.A. Baily (ed). An Illustrated History of Modern India, 1600-1947, Oxford University Press, Bombay, 1991

شکل : 8.4 Harvard University Art Nuseum, printed in Stuart Cary Welch, Indian Art and Culture 1300-1900, The Metropolitian Museum of Art, New York, 1985.

شکل 8.6, 8.11, 8.12, 8.14: C.A. Bayly (ed). An Illustration Histoey of Modern India, 1600-1947, Oxford University Press, Bombay, 1991.

شکل : 8.13, 8.15 Bamber Gascoibne, The Great Moghuls, Jonathan Cape Ltd. London, 1971.

موضوع 9

شکل : 9.1, 9.2, 9.12, 9.13, 9.19 Bamber Gascoigne, The Great Mughuls, Jonathan Cape, London, 1971.

شکل : 9.3, 9.4, 9.17 Michael Brand and Glenn D. Lowry, Akbar's India, New York, 1986.

شکل :9.5, 9.15 Amina Okada, Indian Miniatures of tha Mughal Court.

شکل : 9.6, 9.7 The Jahangirnama (tr. Wheeler Thackston)

شکل :9.8 Photograph Friedrich Huneke.

شکل : 9.9, 9.11 a, b, c Milo Cleveland Beach and Ebba Koch. King of the world, Sackler Gallery, New York, 1997.

شکل : 9.10, 9.16, 9.20 Stuart Carey Welch, Imperial Mughal Painting, George Braziller, New York, 1978.

شکل :9.14 Geeti Sen, Paintings from the Akbarnama.

شکل :9.18 Hermann Forkl et al. (eds), Die Garten des Islam.